

## والد صاحب نے جو بویا اس کا پھل کھا رہے ہیں، سعید غنی

ایک عام سے آدمی کو پیپلز پارٹی نے جو مقام دیا ایک ورکر کے لیے بڑی حوصلہ افزائی ہے، سندھ کے وزیر محنت و افرادی قوت کا ہیومن رائٹس پوسٹ کو خصوصی انٹرویو

درپیش مسائل بھر پور طریقہ سے اجاگر کرنے اور ان کے حل کیلئے دن رات کوششوں میں مصروف عمل ہے۔

صوبائی وزیر محنت و افرادی قوت سندھ سعید غنی سے انکی وزارت کی کارکردگی اور پبل پل بدلتی ملکی سیاسی صورتحال پر نمائندہ ماہنامہ "ہیڈس رائٹس پوسٹ" نے تفصیلی انٹرویو کیا، جو نذر قارئین ہے:

اپنی شخصیت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے سعید غنی کا کہنا تھا کہ میں تو ایک عام سا آدمی ہوں، میرے والد صاحب بھی ایک عام سے آدمی تھے۔

کوئی بڑا خاندان نہیں ہے میرے والد صاحب کا پیپلز پارٹی میں ایک اہم رول رہا ہے 1995 میں ان کو شہید کر دیا گیا ان کی شہادت کے بعد میری سیاست کا آغاز ہوا اور اللہ کا شکر ہے، پیپلز پارٹی کی قیادت کی مہربانی ہے، جو آج جس مقام پر بھی ہوں۔

والد صاحب نے جو بویا کھا، اس کا ہم پھل کھا رہے ہیں اور علاقے کے لوگوں کی بڑی مہربانی ہے، جنہوں نے دو مرتبہ یوسی کا چیئر مین بنایا۔ دو مرتبہ مجھے ایم پی اے بنایا اور پارٹی قیادت آصف علی زرداری اور چیئر مین بلاول بھٹو زرداری صاحب نے سٹیج بنادیا۔ سندھ حکومت میں مختلف وزارتیں دیں۔ میرے جیسا ایک عام سا، چھوٹا سا آدمی جس کو اللہ نے اتنا بڑا مقام دے دیا میں سمجھتا

عدم دستیابی جیسے سنگین مسائل سے نبرد آزما ہونے۔ مسائل کا مکمل خاتمہ تو ناممکن سی بات ہے، مگر سعید غنی بے نظیر مزدور کارڈ متعارف کرا کے دوسرے صوبوں کیلئے بھی مشعل راہ بن گئے ہیں اور انہوں نے یہ بات سچ ثابت کر دکھائی ہے کہ اگر نیت صاف ہو تو کوئی کام بھی ناممکن نہیں۔

سعید غنی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے والد شہید عثمان غنی ایک مزدور لیڈر تھے اور آج ان کا لخت

کارکنوں، ملازمین، گھریلو ملازمین اور خود اپنے ملازمین کو یکسر نظر انداز کر رکھا ہے۔ جو قوم کی اکثریت پر مشتمل طبقہ کے ساتھ امتیازی سلوک اور سنگین حق تلفی کے مترادف ہے۔

ایسے حالات میں فرزند کراچی سندھ و مہرقی کے سپوت سعید غنی کو پیپلز پارٹی کے چیئر مین بلاول بھٹو زرداری، آصف علی زرداری اور سید مراد علی شاہ نے ایک چیلنج کے طور پر وزارت محنت و افرادی قوت کا

انٹرویو: ملک منور حسین/فونوگرافر: دلشا غوری  
حکومت سندھ کے صوبائی وزیر محنت و افرادی قوت، پیپلز پارٹی کراچی ڈویژن کے صدر سعید غنی

سیاست کے میدان میں ایک مقرب نام ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، جنہوں نے سیاست کی گود میں آنکھ کھولی۔ قلم و قسط کی صبر آزما مہم سے گزرے اور سیاسی ورثے کو اپنے آبا و اجداد کی امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کی۔ آپ نے سیاست میں

سیاست برائے خدمت کے تقدس کو ہمیشہ مد نظر رکھا انکا کہنا ہے کہ اللہ پاک کے بعد پارٹی قیادت صدر آصف علی زرداری اور چیئر مین بلاول بھٹو زرداری کا انتہائی بڑے دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے

مجھ ایک ورکر کو گلے کی سیاست سے اٹھا کر پہلے سینیٹر اور پھر سندھ حکومت کی مختلف اہم وزارتوں کا منصب سونپ کر عزت بخشی۔ کسی بھی حکومت کا محکمہ

محنت ملک کی زراعت، صنعت، معیشت، پیداوار اور ترقی کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت ملک کی افرادی قوت (force Labour)

تقریباً ساڑھے سات کروڑ افراد پر مشتمل ہے، لیکن افسوس، صد افسوس! ملک بھر کے پرنٹ، الیکٹرونک اور ڈیجیٹل میڈیا نے ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کے حامل کروڑوں مظلوم محنت کشوں، ہاریوں،



جگر، جانشین سعید غنی صوبائی وزیر محنت و افرادی قوت کی وزارت کے منصب پر فائز ہے۔ ایک مزدور رہنما کا مزدور بیٹا گزشتہ کئی برس سے ناصرف سندھ، بلکہ ملک بھر کے محنت کشوں کو

قلمدان سونپا۔ جس کے بعد سعید غنی مظلوم محنت کشوں کو درپیش مسائل، غیر یقینی ملازمتوں، قلیل اجرتوں، طویل اوقات کار اور علاج و معالجہ سے محرومی، کام کی جگہ پر صحت و حفاظت کی سہولیات کی

ہوں کہ یہ ایک ورکر کیلئے بہت بڑی حوصلہ افزائی کی بات ہے۔ اگر وہ پارٹی کے ساتھ لگے رہیں، وابستگی پیدا کریں، وفادار بنیں، محنت کریں اور لوگوں کی خدمت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کا ضرور ساتھ دے گا۔

ابتدائی دور کے حوالے سے سعید غنی نے بتایا کہ شروع میں، میں نے بینک میں جاب کی تھی اور بینک نے مجھے نوکری سے برطرف کر دیا اور آج بھی میں بینک کا برطرف ملازم ہوں۔

اپنے گھرانے کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ میری فیملی بہت چھوٹی سی ہے، ٹائم بہت کم دیتا ہوں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اللہ کا شکر ہے، اچھی فیملی ہے بڑا تعاون کرتے ہیں اور ان کے تعاون کی وجہ سے میں آزادی سے سیاست کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کی فیملی تعاون نہ کرے، آپ کو راستہ بندے تو بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

تعلیم کے حوالے سے سعید غنی کا کہنا تھا کہ کراچی سے بی کام کیا، ایم بی اے میں داخلہ لیا والد کے قتل کے بعد تعلیم جاری نہ رکھ سکا، سیاست میں آ گیا۔

سعید غنی کہتے ہیں، ہم نے جو بینظیر مزدور کارڈ شروع کیا ہے، وہ بہت بڑا کام ہے اور بڑی کامیابی ہے یہ پروجیکٹ نادرا کے ساتھ مل کر شروع کیا ہے اس کی وجہ سے ایک تو یہ ہوگا کہ جو مزدور ہمارے پاس رجسٹرڈ نہیں ہے، اس کی رجسٹریشن بھی ممکن ہو جائے گی اور دوسرا یہ کہ جب وہ نادرا کارڈ بنائے گا تو ٹرانسپرنسی بھی آ جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ایک اور بھی فیصلہ کیا ہوا ہے کہ ہم مزدور کو بھی اس سسٹم

میں لے کے آئیں گے، جو اس وقت موجودہ قانون کے تحت اس سسٹم میں نہیں آتے۔ مثال

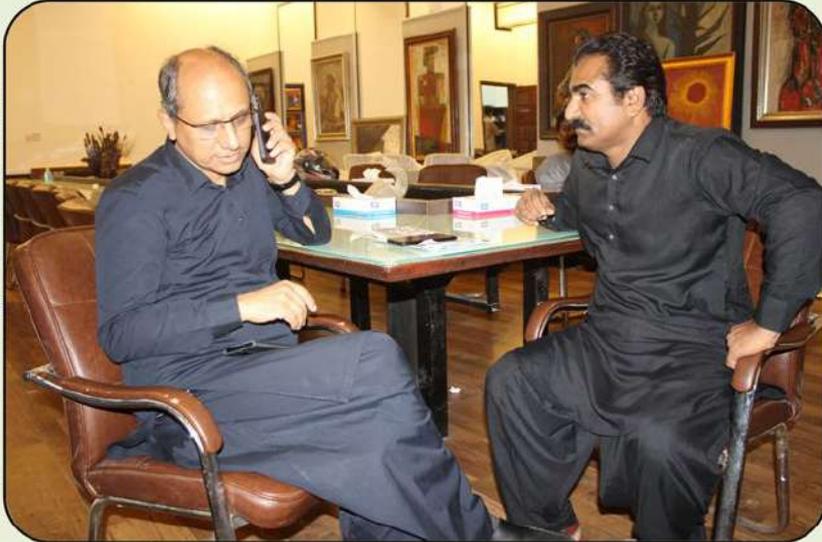
بھی مزدوروں کی بڑھ جائے گی۔ ابھی اس پر کام کر رہے ہیں، انشا اللہ یہ ایک انقلابی کام ہے جو ہم کر رہے ہیں اور جو مضبوط ہے، ان پر بھی کام کر رہے ہیں۔

مزدوروں کے مسائل کے حوالے سے سعید غنی نے کہا کہ دیکھیں، یہ بات تو ذہن سے نکال دیں کہ مسائل سو فیصد ختم ہو جائیں گے، کبھی بھی نہیں۔ ہم دس مسئلے حل کریں گے، تو دو اور کھڑے ہو جائیں گے۔ مسائل تو رہتے ہیں اور ہم انہیں حل بھی کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ ڈیپارٹمنٹ نے ریفارم کیا ہے کہ نہیں، ہم انہیں بہتری کی طرف لے گئے ہیں کہ نہیں؟ جو میں نے آپ کو بینظیر کارڈ کا منصوبہ بتایا ہے یہ ایک بہت بڑا اقدام ہے۔ یہ ابھی تک کسی صوبے نے نہیں کیا، میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ کام باہر ملکوں نے بھی نہیں کیا۔ یہ جو ہمارا منصوبہ ہے، اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ یہ ابھی

ہے۔ جو قانون سازی ہے اس میں بھی جیسے ہی اٹھارویں ترمیم کے بعد لیبر ڈیپارٹمنٹ شامل ہوا ہے، ہم نے بہت زیادہ رجسٹریشن کی ہے بہت

بڑی تعداد میں دوستوں کی شمولیت سے جہاں بینپلز پارٹی کی مقبولیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، اس میں مزید تیزی آئے گی۔ بلدیاتی انتخابات اور کراچی کے ایک حلقہ سے قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات اور ماہ ستمبر میں کراچی کے تین قومی اسمبلی کے حلقوں میں ہونے والے ضمنی انتخابات اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے

سارے قوانین ہم نے صوبہ سندھ میں بنائے ہیں اور سندھ واحد صوبہ ہے، جہاں کسانوں کے یونین بنانے کا آغاز ہوا ہے اور سندھ میں کسانوں کی یونین بنی ہیں، یہ پہلے کہیں نہیں تھا۔ یہ کام بھی سندھ حکومت نے ہی شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا ہے۔ جو عورتیں کاشتکاری کرتی ہیں، ان کے حقوق کیلئے الگ قانون بنالیا ہے مقامی



بھرپور کردار ادا کریں گے۔ پاکستان بینپلز پارٹی کی کراچی سمیت سندھ بھر میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ گذشتہ کئی برس سے مختلف سیاسی جماعتوں کے عہدیداران اور کارکنان کی ایک بڑی تعداد بینپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر رہی ہے اور یہ سلسلہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ بینپلز پارٹی کو مزید مضبوط اور مستحکم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ بلدیاتی انتخابات کے دوسرے مرحلے سے قبل لیبر سے ایک یومی چیئرمین اور کوریگی ایک وارڈ کے چیئرمین کی بلا مقابلہ فتح اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بینپلز پارٹی اس شہر میں مقبول ترین اور عوام دوست جماعت بن گئی ہے۔ آئندہ عام انتخابات انشاء اللہ نومبر 2023 میں ہی ہوں گے۔ اور بینپلز پارٹی اس بار ناصر سندھ بلکہ پورے پاکستان سے کیلن سوپ کرے گی۔

نمائندہ ہیومن رائٹس: عمران خان کے خلاف فارن فنڈنگ کیس کا فیصلہ سامنے آچکا ہے ایکشن کمیشن کے اس فیصلے کے

بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ سعید غنی نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے عمران خان پر اسرائیلی، بھارتی فنڈنگ ثابت ہوئی ہے، عمران خان نے اس ملک اور فوج کے خلاف سازش کی ہے۔ اس سے بڑا مافیائ کوئی ہو سکتا ہے۔ میرا مطالبہ ہے کہ پی ٹی آئی کی فارن فنڈنگ ثابت ہونے کے بعد وفاقی حکومت فوری طور پر ایک بے آئی ٹی بنائے۔ ایکشن کمیشن نے فارن فنڈنگ کے خلاف بالآخر فیصلہ سنایا ہے۔ تین رکنی بینچ نے ایک فیصلہ دیا اور پی ٹی آئی پر الزام درست ثابت ہوا۔ عمران خان نے بطور پارٹی سربراہ کے ایک شہقکلیت جمع کر لیا۔ وہ حلف نامہ جھوٹا ہے اور اس کی سزا کا علم سب کو ہے۔ ماضی میں کئی ارکان قومی اور صوبائی

ورکرز کیلئے قانون بنا دیا ہے جو چیزیں کہیں پر بھی نہیں ہیں، وہ سب ہم نے کی ہیں بہت سارے کام ہم نے شروع کئے ہیں اتنے بڑے کام ہیں، ظاہر ہے اس کے اثرات فوری طور پر نظر نہیں آئیں گے، تھوڑا سا وقت تو لگے گا۔

نمائندہ ہیومن رائٹس: سندھ، بالخصوص کراچی کے عوام سندھ حکومت کی کارکردگی سے مایوس دکھائی دیتے ہیں، جسے دیکھ کر کچھ حلقے یہ رائے ظاہر کر رہے ہیں کہ آئندہ عام انتخابات میں بینپلز پارٹی کو شکست کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؟

جواب میں سعید غنی کا کہنا تھا کہ میں سمجھتا ہوں، بڑی تعداد میں دوستوں کی شمولیت سے جہاں بینپلز پارٹی کی مقبولیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، اس میں مزید تیزی آئے گی۔ بلدیاتی انتخابات اور

تیاری کے مراحل میں ہے، بہت بڑا پروجیکٹ ہے سندھ حکومت نے مزدور کی تنخواہ 25000 ہزار کی۔ اس پر لوگ عدالتوں میں بھی گئے۔ آخر

ہم نے جو بینظیر مزدور کارڈ شروع کیا ہے، وہ بہت بڑا کام ہے اور بڑی کامیابی ہے یہ پروجیکٹ نادرا کے ساتھ مل کر شروع کیا ہے اس کی وجہ سے ایک تو یہ ہوگا کہ جو مزدور ہمارے پاس رجسٹرڈ نہیں ہے، اس کی رجسٹریشن بھی ممکن ہو جائے گی اور دوسرا یہ کہ جب وہ نادرا کارڈ بنائے گا تو ٹرانسپرنسی بھی آ جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ایک اور بھی فیصلہ کیا ہوا ہے کہ ہم مزدور کو بھی اس سسٹم میں لے کے آئیں گے، جو اس وقت موجودہ قانون کے تحت اس سسٹم میں نہیں آتے

پورے ملک میں مزدور کی تنخواہ 25000 ہزار ہوگی یہ سندھ حکومت اور بینپلز پارٹی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ بہت بڑا ریٹیف ہے، جو ہم نے ورکرز کو دیا

کے طور پر جو اپنی مزدوری کرتے ہیں یا اپنی دوکان چلاتے ہیں۔ ٹیکسی، رکشہ چلاتے ہیں یا کیمین وغیرہ لگایا ہوا ہے، ان کو بھی ہم شامل کریں گے۔ یہ تعداد



اسٹیبلٹی اور سب سے نااہل اور کئی تو آئندہ انتخابات کے لئے بھی نااہل ہو چکے ہیں، جنہوں نے اس طرح کے جھوٹے حلف نامے الیکشن کمیشن میں جمع کروائے تھے۔

2016 میں صحیفہ عباسی نے کہا تھا کہ جھوٹا حلف نامہ جمع کر لیا ہے لیکن اس وقت کے چیف جسٹس نے کہا تھا کہ ابھی اس کو الیکشن کمیشن دیکھے گا اور اگر وہ جھوٹا ہوا تو ہم اس کو دیکھ کر فیصلہ دیں گے۔

سعید غنی نے کہا کہ اس حساب سے اور معزز عدلیہ کی رو سے عمران خان اس وقت الیکشن کے لیے نااہل ہو چکے ہیں، عمران خان جو اس وقت سب کو چور، ڈاکو اور غداری کے شوقیلیٹ بانٹ رہا ہے، عمران خان خود فیصلہ اور سزا سنا رہا ہے۔ آج وہ خود ایک سرٹیفائیڈ جھوٹا ثابت ہوا ہے اور اس کی پارٹی پرفنڈ لینے کا الزام ثابت ہو چکا ہے، جس میں اسرائیلی، یہودی اور بھارتیوں کا پیسہ بھی شامل ہے۔ اب اس بات کو بھی دیکھنا ہوگا کہ کیوں اسرائیلی اور بھارتی پاکستان کی سیاسی جماعت کو فنڈز کرتے ہیں؟ اس کے علاوہ کئی ممالک سے جو فنڈز آئے ہیں، ان میں سے 50 فیصد سے زائد لوگوں نے کہا کہ ہم نے شوکت خانم کیلئے چندہ دیا تھا۔ عمران نیازی صدقہ چور ہے، چندہ چور ہے اور جو پیسہ زکوٰۃ اور خیرات میں ملا، اس کو اس نے پنی ٹی آئی پر خرچ کیا۔

نمائندہ ہیومن رائٹس: آپ یہ بتائیے کہ اس کیس میں کے الیکٹرک، ابراہم گروپ کے سربراہ عارف نقوی کا کیا کردار ہے؟ عمران خان کو اس کے ساتھ کیوں جوڑا جا رہا ہے؟

جواب میں سعید غنی نے کہا کہ عارف نقوی کے لئے خود عمران خان نے کہا کہ تھوڑی سی منی لائڈرنگ کی

دفتر میں کام کرنے والے ملازم کے اکاؤنٹس کھولے گئے۔ یہ تو ثابت ہوئے ہیں۔ عمران خان نے جو لوٹ مچائی ہے۔ توشہ خانہ کی گھڑیاں بھی ہیں۔ چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اور ہم نے متعدد بار یہ سوال اٹھایا کہ ایک شخص کی آمدنی ایک سال

دفتر میں کام کرنے والے ملازم کے اکاؤنٹس کھولے گئے۔ یہ تو ثابت ہوئے ہیں۔ عمران خان نے جو لوٹ مچائی ہے۔ توشہ خانہ کی گھڑیاں بھی ہیں۔ چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اور ہم نے متعدد بار یہ سوال اٹھایا کہ ایک شخص کی آمدنی ایک سال

ہو جانا چاہیے تھا۔ عمران خان نے ملک کا تماشا بنایا ہوا ہے، اس نے اس ملک کی فوج کے خلاف سازش کی ہے۔ اس سے بڑا مافیا کوئی ہو سکتا ہے؟ اس نے اپنے سیاسی مخالفین کے خلاف جھوٹے مقدمے بنوائے۔ عمران خان سے بڑا ملک دشمن اس وقت کوئی نہیں ہے۔ اس کی نظر میں اداروں کی کوئی قدر نہیں ہے۔

وفاقی حکومت ایک بے آئی ٹی بنائے، جو ناصرف 2013 تک کی فارن فنڈنگ بلکہ اس کے بعد اس سے کی جانے والی سرمایہ کاری اور جن جن ممالک سے جن جن لوگوں نے یہ فنڈز دیئے ہیں، ان سب سے رابطہ کر کے حقائق کو سامنے لایا جائے۔

نمائندہ ہیومن رائٹس: کراچی میں حالیہ بارشوں کے بعد پیدا ہونے والی عوامی مشکلات اور ان کے سدباب کیلئے سندھ حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

جواب میں صوبائی وزیر سعید غنی کا کہنا تھا کہ ہم اس بات سے کسی صورت غافل نہیں کہ حالیہ بارشوں کے بعد کئی اہم شاہراہوں اور محلوں اور گلیوں میں سڑکوں کی حالت خراب ہو گئی ہے، تاہم بارشوں کے ہوتے ہوئے اس کی فوری مرمت کا کام شروع نہیں کر سکتے۔ جیسے ہی بارشوں کا سلسلہ بند ہوگا، پوری کراچی میں سڑکوں کی مرمت کے کام کا آغاز کر دیا جائے گا۔

پاکستان پیپلز پارٹی عوامی خدمت پر یقین رکھنے والی جماعت ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ہم نے ہمیشہ نہ صرف پورے کراچی کو اونگھ دیا، بلکہ ہم نے پورے شہر میں ترقیاتی کام بلا کسی تعصب کے کرائے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرواتے رہیں گے۔

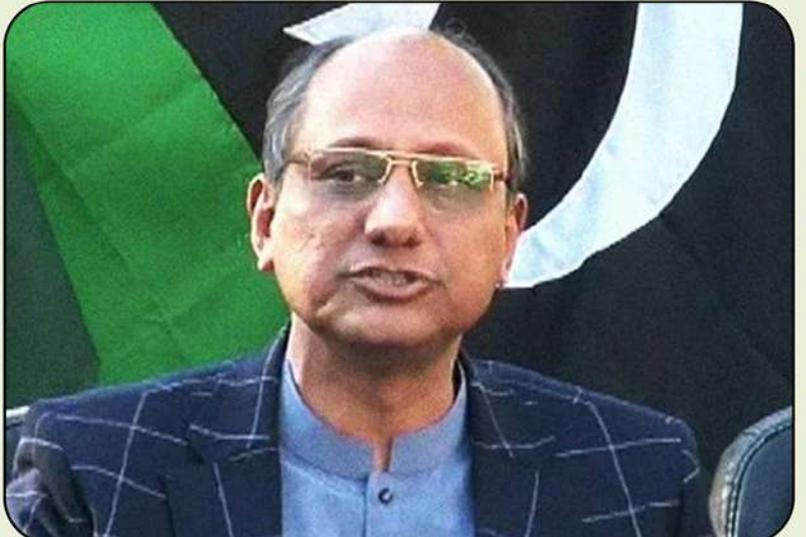
فحس کر کے بیٹھے تھے۔ انہوں نے سوال کیا کہ اگر عمران کی نظر میں گوگی ایک کاروباری اور ریل اسٹیٹ کا جائز کام کرنے والی خاتون ہیں تو وہ گوگی کو واپس کیوں نہیں بلارہے ہیں؟ اس کو قانون کے سامنے پیش کرو۔ یہ گوگی کی تحقیقات کیوں نہیں

چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اور ہم نے متعدد بار یہ سوال اٹھایا کہ ایک شخص کی آمدنی ایک سال میں 5800 فیصد کیسے بڑھ گئی؟ اور اس نے اس کا ٹیکس بھی ادا کیا تو اس کے پس پشت بھی یہی عوامل اور گوگی اور گوگا ہیں، جو پنجاب میں ہر تبادلہ کاریت فحس کر کے بیٹھے تھے۔ انہوں نے سوال کیا کہ اگر عمران کی نظر میں گوگی ایک کاروباری اور ریل اسٹیٹ کا جائز کام کرنے والی خاتون ہیں تو وہ گوگی کو واپس کیوں نہیں بلارہے ہیں؟ اس کو قانون کے سامنے پیش کرو۔ یہ گوگی کی تحقیقات کیوں نہیں ہونے دے رہے؟

ہونے دے رہے؟ عمران خان کی ساری سیاست گوگی بچاؤ مہم ہے۔ جو آفیسر گوگی کیس کی کرپشن کی تحقیقات کر رہا تھا، اس اسٹیٹ کرپشن کے آفیسر کو پرویز الہی کے وزیر اعلیٰ بنتے ہی

دوسرے روز ہی ہٹا دیا گیا، کیا یہ گوگی کی کرپشن کو ثابت نہیں کرتا؟

ایک سوال کے جواب میں سعید غنی نے کہا کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ عمران خان پر اسرائیلی، بھارتی فنڈنگ ثابت ہوئی ہے، عمران خان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی ہونی چاہیے۔ کچھ روز قبل ہی خود سپریم کورٹ نے کہا کہ اس نے آئین توڑا ہے۔ آئین شکنی ثابت ہوئی ہے۔ اب اور کیا ثبوت چاہیے؟ اس وقت ہی عمران خان کو نااہل





# سیاسی کشمکش، حصول اقتدار کی جنگ معاشرے کو سکون کی تلاش

عرصے سے امیر افراد، امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس صورت حال نے نہ صرف معاشرے میں بے چینی اور مایوسی کو جنم دیا ہے بلکہ مختلف جرائم کو پیش کی شکل بھی دے دی ہے اور لاقانونیت کے مظاہرے اکثر دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ اس صورتحال نے معاشرے سے سکون اور چین کو ختم کر دیا ہے۔

اس امر کی ارج شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ ملک کے نصاب تعلیم میں ایسے موضوعات اور علمی مباحثوں کو شامل کیا جائے جس سے پاکستانی طالب علموں اور نوجوانوں میں حب الوطنی، ایثار اور پاکستانی قومیت کے جذبات میں زیادہ سے زیادہ نکھار پیدا کیا جاسکے اور انہیں بلند کردار اور عملی بنایا جاسکے۔ تاکہ جب وہ عملی زندگی میں داخل ہوں تو جرائم اور ملک دشمن سرگرمیوں سے محفوظ رہیں اور غیر ضروری سیاسی جماعتوں کے آلہ کار نہ بن سکیں۔

موجودہ سنگین سیاسی حالات میں ضروری ہے کہ ملک میں سیاسی و معاشی استحکام آئے، جب بے چین انسانوں کو سیاسی و معاشی تحفظ ملنے لگے گا تو ان کی سب سے بڑی ضرورت پوری ہو جائے گی، حقیقی جمہوریت اس وقت قائم ہوگی جب کوئی جماعت مارچ کی دعوت دے کر انسانوں کا بجوم اکٹھا نہیں کر پائے گی اور کسی جمہوری حکومت کو کسی غیر جمہوری اقدام سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔

سنگین سیاسی مسائل کا حل عوام کے پاس کب ہے؟ سیاسی جماعتوں کے آئے دن دھڑوں اور جلسے، جلوسوں نے سارے معاشرے کو سیاست زدہ بنا دیا ہے۔ دوسری جانب اراکین اسمبلی و حزب اختلاف ملک و قوم کی تعمیر و ترقی اور عوامی مسائل کے حل میں مثبت تجاویز پیش کرنے کی بجائے ذاتی اور پارٹی مسائل پر زیادہ توجہ دیتے نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں جب بظاہر ملکی صورت حال تصادم اور انارکی کی طرف جاتی محسوس ہوتی ہے مگر جمہوری رویے اور سیاسی بصیرت بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔

حکومت کی جانب سے موجودہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے عوامی مسائل حل کرنا بہت ضروری ہے، جو حکمران دور اندیش اور عوامی مزاج کو سمجھتے ہیں وہ سب سے پہلے عوام کو درپیش مسائل حل کرنے پر توجہ دیتے ہیں۔ خاص طور پر ان کے لیے ضروریات زندگی کی فراہمی کو آسان بناتے ہیں۔ وہ کسی صورت بھی اشیائے خورد و نوش کی قلت اور گرانی کو برداشت نہیں کرتے اور طلب و رسد کا ایسا مضبوط نظام قائم کرتے ہیں کہ عوام کو کوئی دشواری نہ ہو۔ بس یہی چیز حکومت کا پلہ بھاری کردہتی ہے اور اپوزیشن کی طرف سے حکومت کو غیر مستحکم کرنے کی ساری کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔

عوام پاکستان بیرونی قرضوں سے نجات اور مہنگائی کا خاتمہ چاہتے ہیں، ہمارے ملک میں ایک طویل

زدہ بن چکا ہے۔ سکون کے متلاشی ہمارے معصوم لوگوں کو کوئی جمہوریت میں سکون کے سبز باغ دکھاتا ہے تو یہ اس کے پیچھے چلنے لگتے ہیں، جب جمہوریت میں سکون نہیں ملتا تو آمران کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں، اور جب کوئی نظر نہیں آتا تو یہ انقلاب کا نعرہ لگانے والے ہر شخص کے پیچھے بھاگنے لگتے ہیں، دنیا کا کوئی معاشرہ ہمیں اپنے ملک کی طرح سیاست زدہ نظر نہیں آتا۔ جب ہمارے ملک میں انتخابات ہوتے ہیں تو عوام اپنے نمائندوں کو پانچ سال کے لیے منتخب کر کے اسمبلی میں بھیج دیتے ہیں اس کے بعد یہ منتخب نمائندوں کا کام ہوتا ہے کہ اسمبلی میں عوام کی نمائندگی کریں اور اپنے سیاسی اور ملکی مسائل کو اسمبلی میں زبردستی لاکر نہیں حل کریں۔

تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے اسمبلی میں موجود ہوتے ہیں اس کے باوجود یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ کسی بھی چھوٹے یا بڑے سیاسی یا ملکی مسئلے پر عام لوگوں کا سیاست پر بحث مباحثہ کرنا اور ضرورت سے زیادہ دلچسپی لینا کیا معنی رکھتا ہے، ہمارے ملک میں ایک عام شہری بھی ملکی سیاست پر بڑی بڑی باتیں کرتا نظر آتا ہے۔ گھر ہو یا دفتر، تعلیمی ادارے ہوں یا کاروباری مراکز، بازار ہوں یا تفریح گاہیں، الغرض کہ ہر جگہ ملکی سیاست زبردستی رہتی ہے۔ جن لوگوں کو سیاست کا مفہوم تک نہیں معلوم وہ اپنا کام چھوڑ کر سیاسی مباحث میں الجھے نظر آتے ہیں۔

رانا اعجاز  
طویل عرصے سے جاری سنگین سیاسی کشمکش، حصول اقتدار کی جنگ میں سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں کے ایک دوسرے پر الزامات اور ملکی اداروں کے درمیان تناؤ کی صورتحال نے معاشرے کا سکون تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ بے روزگاری کے شکار اور مہنگائی کے مارے عوام پاکستان کو سمجھ نہیں آ رہا کہ آخر انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔

چینٹائش کی اس صورتحال میں ملکی ترقی شدید متاثر ہوئی ہے، غربت و مہنگائی میں اضافہ ہوا ہے، بیرونی قرضوں کا بوجھ بڑھ گیا ہے، ڈالر تاریخ کی بلند ترین سطح پر پہنچ چکا ہے، اس صورتحال میں سب سے زیادہ نقصان عام پاکستانی کا ہوا ہے جو کہ بھرپور محنت و مشقت کے باوجود خوشحالی کی بجائے مہنگائی کا شکار ہو رہا ہے، اس صورتحال کے باعث معاشرے میں بے سکونی اور بے چینی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ جب حکمران بار بار میں، میں کرنے لگیں تو یہ ان کی گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کا اعلان ہوتا ہے۔

عمران خان ہر دو تین روز کے بعد ایسا شوشا چھوڑتے ہیں جس سے ان کے بارے میں یہ تاثر قائم ہو چکا ہے کہ وہ غیر ذمے دارانہ بیان بازی کے ماہر ہیں۔ ہمارے معاشرے میں موجود بے سکونی، بے چینی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ پاکستانی معاشرہ غیر منطقی طور پر بہت زیادہ سیاست



## پی پی، ن لیگ سیاسی اتحاد دو خاندانوں کا گٹھ جوڑ ہے

حکمران ٹولہ اپنی کرپشن بچانے اور مقدمات ختم کرنے کے لئے ایک ہوا ہے۔ حکومت کشتکول مشن پر ہے۔ پاکستان کے فیصلے امریکہ میں آئی ایم ایف کے دفاتر میں ہو رہے ہیں وزیر اعظم کپڑے بیچنے کے بجائے کرپشن کا خاتمہ کریں۔ طاقتور کے لئے الگ، غریب کے لئے الگ قانون ہے

کے مخالفین بھی ان کی سیاسی اور ذاتی فہم و فراست کی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکتے۔ ماہنامہ "ہیومن رائٹس پوسٹ" نے موجودہ حالات اور ماضی کے حوالے سے ان سے گفتگو کی، جو قارئین کی نذر ہے۔

پاکستان مسلم لیگ فنکشنل سندھ کے جنرل سیکرٹری، جی ڈی اے کے سیکرٹری اطلاعات سردار عبدالرحیم کا موجودہ حالات کے حوالے سے کہنا تھا کہ ملک کے معاشی حالات انتہائی خطرناک حد تک پہنچ چکے ہیں، اخلاقی اور معاشی طور پر ملک دیوالیہ ہو چکا ہے، بس اعلان ہونا باقی ہے۔ پی پی، ن لیگ سیاسی اتحاد دو خاندانوں کا گٹھ جوڑ ہے جو صرف اپنی کرپشن بچانے اور مقدمات ختم کرنے کیلئے ایک ہوئے ہیں۔ یہ ذاتی مفادات کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ عوام کو ریلیف دینے کیلئے کوئی پلاننگ یا حکمت عملی نہیں ہے۔ عوام کچھالات تو پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوتے جا رہے ہیں۔

# کراچی کے حوالے سے پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے سردار عبدالرحیم نے کہا کہ کراچی ملک کا 70 فیصد یونیورسٹی ہے مگر کراچی کی عوام پینے کے صاف پانی تک سے محروم ہیں، ہسپتالوں میں ڈاکٹر نہیں ہے، دوائیں نہیں ہیں، کتے کے کاٹنے کی دیکسین نہیں ہیں، پیپلز پارٹی کا سندھ میں حکمرانی کا یہ تیسرا دور ہے۔ حالات یہ ہیں کہ لوگ آج بھی پینے کے پانی، تعلیم، صحت جیسی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔

سردار عبدالرحیم مسلم لیگ فنکشنل سندھ کے جنرل سیکرٹری اور گریڈ ڈیپو کریکٹ الائنس کے سیکرٹری اطلاعات بھی ہیں سردار عبدالرحیم سیاست کے ساتھ ساتھ اپنا ذاتی کاروبار بھی کرتے ہیں۔ بار بی کیو نائٹ ریسٹورنٹ جو بلاول چورنگی پر واقع ہے، اس کے روح رواں ہیں۔ ریسٹورنٹ کا کاروبار بھی اب ایک صنعت کار درجہ اختیار کر چکا ہے۔

سردار عبدالرحیم سیاست عوامی خدمت کے طور پر کرتے ہیں۔ جب آپ کسی سیاسی جماعت میں

سردار عبدالرحیم سیاست عوامی خدمت کے طور پر کرتے ہیں۔ جب آپ کسی سیاسی جماعت میں اہم عہدے پر ہوں تو پھر سیاسی مصروفیات، قیادت اور کارکنان کی توقعات بھی بڑھ جاتی ہیں مگر سردار عبدالرحیم ایک باہمت، بہادر انسان ہیں جنہوں نے اپنے کاروبار کو بھی خوب وسعت دی۔ آج ناصر کراچی، بلکہ پاکستان کے بڑے شہروں اور بیرون ممالک میں بھی بار بی کیو نائٹ کی فرینچائز کام کر رہی ہیں

اہم عہدے پر ہوں تو پھر سیاسی مصروفیات، قیادت اور کارکنان کی توقعات بھی بڑھ جاتی ہیں مگر سردار عبدالرحیم ایک باہمت، بہادر انسان ہیں جنہوں نے اپنے کاروبار کو بھی خوب وسعت دی۔ آج ناصر کراچی، بلکہ پاکستان کے بڑے شہروں اور بیرون ممالک میں بھی بار بی کیو نائٹ کی فرینچائز کام کر رہی ہیں۔ سردار عبدالرحیم کے تین بیٹے ہیں، جنہوں نے بیرون ممالک اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کاروبار کو سنبھالا ہوا ہے۔ سردار عبدالرحیم

سے متاثر ہو کر ن لیگ میں شمولیت اختیار کر لی کراچی کے حلقہ محمود آباد سے الیکشن میں حصہ لیا، کامیابی انکا مقدر ٹھہری سید غوث علی شاہ کی کابینہ کا حصہ بنے۔ صوبائی وزیر کی حیثیت سے اپنی محنت لگن و جذبے کی بدولت خوب عزت و مقام پایا۔ نواز شریف کی جلاوطنی کے دوران بیٹاق جمہوریت کے حوالے سے نواز شریف اور بینظیر بھٹو شہید کے درمیان مذاکرات اور فیصلوں میں سرگرم اور قیادت کے ساتھ پیش پیش رہے۔

ایک موقع آیا کہ نواز شریف کا ساتھ چھوڑنے پر

سابق صدر جنرل پرویز مشرف کی جانب سے اعلیٰ عہدے اور مراعات کی پیشکش کی گئی مگر اس مرد قلندر نے نواز شریف کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک نڈر، بہادر انسان کو نواز شریف کے غرور و تکبر، انا پرستی نے توڑ دیا اور اصولی اختلاف پر ن لیگ سے اپنی راہیں جدا کر لیں۔

بڑے پیر صاحب پکاڑا کی قربت کے باعث مسلم لیگ فنکشنل میں شمولیت اختیار کر لی۔ پیر صاحب پکارا کے اعتماد سے ایک نیا حوصلہ اور جذبہ ملا۔ آج

انٹرویو: ملک منور حسین

مسلم لیگ فنکشنل سندھ کے جنرل سیکرٹری اور گریڈ ڈیپو کریکٹ الائنس سندھ کے سیکرٹری اطلاعات سردار عبدالرحیم سیاستدان ہوں، قلم کار، صحافی یا پھر بیورو کریٹ، ان کے تجربات ملک و قوم کیلئے کسی سرمایہ سے کم نہیں ہوتے اور جب ان تجربات کو سپرد قلم کر دیا جائے تو یہ بیش بہا خزانہ تاریخ کا حصہ بن کر ہمیشہ کیلئے امر ہو جاتا ہے اور آنے والی نسلیں بھی اس سے مستفید ہوتی ہیں۔

سردار عبدالرحیم خوب صورت دل رکھنے والے، صاف گو انسان ہیں سادگی اور ملنے والوں سے حسن سلوک نے انہیں شہرت کی منزل تک پہنچا دیا ہے، ان سے ملنے والا ان کی محبت و عقیدت کا اسیر ہو جاتا ہے۔ سردار عبدالرحیم کو اللہ پاک نے جس قدر ظاہری شگفتہ جمال عطا کیا ہے، اس سے بڑھ کر پاکیزہ اور دردمند دل عطا کیا ہے، جو دوسروں کے رنج و غم پر بھی افسردہ و رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ دینی انسانیت کا غم بائٹا اور مسیحتی کرنا ایک عظیم الشان صفت ہے، جو اس باکردار، باصلاحیت شخصیت میں رب کریم نے ڈال رکھی ہے۔ سردار عبدالرحیم کے آباؤ اجداد کا تعلق افغانستان سے ہے محمد زئی پختون قبیلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ سردار عبدالرحیم کراچی میں پیدا ہوئے کراچی یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کی اس دوران طلبہ سیاست میں سرگرم اور فعال کردار ادا کیا۔ بعد ازاں کچھ عرصہ کیلئے بیرون ملک چلے گئے وطن واپسی پر نواز شریف





## بارش سے کراچی کا نظام درہم برہم 'آدھا شہر پانی میں، آدھا اندھیرے میں'

سالہ رنگ ساز شہزاد پرویز بھی شامل ہے۔ اس کی ہلاکت کا واقعہ سنیچر کی صبح چھ بجے شائق نگر بلدیہ ٹاؤن کے علاقے میں اس وقت پیش آیا جب وہ گھر سے چھ بجے صبح اپنے کام کے لیے نکلے تھے۔ شہزاد پرویز کے ماموں بادشاہ گل بتاتے ہیں کہ گھر سے نکلنے کے کوئی آدھا گھنٹہ بعد ہی ہمیں یہ اطلاع ملی کہ شہزاد لڑکا ہوا ہے۔ جس کے بعد میں موقع پر پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا۔ اس کی نعش کو میرے ساتھ محلے کے لوگوں نے ڈنڈوں کی مدد سے اتارا تھا۔

انہوں نے بتایا کہ شہزاد گل اپنے تین بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس کے والد بھی رنگ ساز کے کام سے منسلک ہیں۔ محلہ موسیات کراچی کے ڈائریکٹر سردار سرفراز کے مطابق مون سون بارشوں سے پہلے یہ پیش گوئی کر دی گئی تھی کہ سندھ میں اس سال مون سون کے دوران بیس فیصد زائد بارشیں ہونے کا امکان ہے۔ ہمارے اندازوں کے مطابق اس وقت تک کراچی میں اوسط بارشوں سے دس فیصد زائد ہو چکی ہیں۔

سردار سرفراز نے بتایا کہ حالیہ بارشوں کے دوران کراچی کے علاقے فیصل میں سب سے زیادہ بارش 174 ملی میٹر ہوئی ہے جو کہ غیر معمولی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سال مون سون میں ابھی تک

کرنے والے امدادی تنظیموں ایڈیسی اور چھپیا کرنے کے مطابق کراچی میں مون سون بارشوں کے چوتھے دو رات کی تین روزہ بارشوں کے دوران پانچ بچوں سمیت 18 افراد کرنٹ لگنے اور پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوئے ہیں۔

صوبہ سندھ محکمہ صحت ترجمان کے مطابق ان کے پاس دس لوگوں کے ہلاک اور چار لوگوں کے زخمی ہونے کی اطلاع ہے۔ مگر ابھی ڈیٹا اکٹھا کیا جا رہا



ہے۔ کراچی کمشنر آفس سے رابطہ قائم کیا گیا۔ انہوں نے اعداد و شمار کچھ دیر میں فراہم کرنے کا کہا مگر دوبارہ رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔ کرنٹ لگنے سے ہلاک ہونے والوں میں 18

کچھ امرے ہوئے مال مویشی آرہے تھے۔ پانی کی رفتار کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بچے کی نعش نوکلومیٹر دور سے ملی تھی۔

شاہ زیب کے ماموں فرحان خان کا کہنا تھا کہ شاہ زیب مومن آباد کراچی کے رہائشی ہیں۔ اس دن اپنی نانی کے گھر میٹر میں آئے تھے۔ شاہ زیب کافی دیر سے دکان سے کوئی چیز لانے کی ضد کر رہا تھا۔ اس کی ماں اور گھر میں دیگر لوگ باہر جانے

سے روک رہے تھے۔ مگر ایک لمحہ کے لیے گھر والوں کی توجہ کسی اور جانب مبذول ہوئی تو وہ باہر کی طرف دوڑ گیا تھا۔ جس وجہ سے یہ حادثہ پیش آ گیا۔ یہ صرف شاہ زیب کی کہانی ہے۔ کراچی میں کام

کراچی میں بارش رحمت یا زحمت: کراچی کا اصل مسئلہ اونر شپ کا ہے محمد زبیر خان

’جیسے ہی آٹھ سالہ شاہ زیب نے گھر سے باہر قدم قدم رکھا۔ تیز پانی میں چلنے والا کچرا اسے اتنی تیزی سے اپنے ساتھ بہا کر لے گیا کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا تھا۔‘

یہ کہنا تھا کہ پانی میں ڈوب کر ہلاک ہونے والے شاہ زیب کے جوان سال کرنٹنٹن خان کا جو میٹرو کراچی کے علاقے میں شاہ زیب کے پانی میں ڈوبنے کے عینی شاہد ہیں۔ عتیق خان کا کہنا تھا کہ اس موقع پر ہمارے ایک پڑوسی شاہ زیب کو بچانے کے لیے پانی میں کودے تھے۔ مگر اس سے پہلے کے پانی ان کو بھی اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا۔ موقع پر موجود چھ لوگوں نے پانی میں کود کر ان کی جان بچائی تھی۔ ایڈیسی کراچی کے مطابق شاہ زیب بنارس نالہ کے علاقے میں پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے ڈوبا تھا جبکہ تقریباً 24 گھنٹے بعد اس کی نعش اس علاقے سے نوکلومیٹر لیاری دھوبی گھاٹ کے نالہ سے ملی تھی۔ ایڈیسی کراچی کے مطابق واقعہ جمعہ کی شام پانچ بجے پیش آیا تھا۔ جس کے بعد آٹھ فوٹو خوررات نو بجے تک سر توڑ آپریشن کے باوجود بھی بچے کو تلاش نہیں کر پائے کیونکہ پانی میں بہت زیادہ



اڑھائی سو لیٹر میٹر ہو چکی ہیں۔ سردار سرفراز کے مطابق گزشتہ سال بھی بارشیں معمول سے زیادہ ہوئی تھیں جو کہ اوسط 320 ملی میٹر تھیں۔ اس سال توقع کر رہے ہیں کہ مون سون کا سلسلہ جو کہ 15 ستمبر تک ہوتا ہے بڑھ کر 30 ستمبر تک جاسکتا ہے اور مزید بارشیں ہونے کی متوقع ہیں۔

ڈیلوڈ ہیلو ایف کے ٹینکل ایڈواؤزر معظم خان کے مطابق بارشیں کبھی بھی زحمت نہیں ہوتی ہیں یہ ہمیشہ رحمت ہی رحمت ہوتی ہیں۔ مگر انسان ان کو خود اپنے لیے زحمت بناتا ہے۔ جس سے جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے۔ معظم خان کا کہنا تھا کہ دنیا بھر میں قدرتی طور پر ساحلی شہروں کا کچھ حصہ سطح سمندر سے اونچا ہوتا ہے اور کچھ کم۔ اسی طرح کراچی کے ساتھ بھی ہے۔ پرانا کراچی جس میں صدر کے علاقے آتے ہیں بنایا جاتا ہے کہ سطح سمندر سے تین فٹ کم ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اب جو علاقے سطح سمندر سے نیچے ہیں ان علاقوں میں دنیا بھر میں ویسے ہی پانی کی نکاسی کے لیے سپونگ جیسے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ پرانے کراچی کے علاقوں میں انگریز دور ہی سے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔

معظم خان کے مطابق اب جب کہ کراچی شہر پھیل چکا ہے۔ عملی طور پر یہ کنکریٹ کا جنگل بن چکا ہے۔ اس کو کنکریٹ کا جنگل بناتے ہوئے اس کے نکاسی آب کے تمام ذریعوں پر ناجائز تجاوزات قائم کر دی گئی ہیں۔ کراچی میں کسی زمانے میں چار بڑے نالے جن کو لیاری ندی، ملیرندی، اورنگی نالہ اور گجروں نالہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور درجنوں چھوٹے نالوں پر اس وقت تجاوزات قائم ہیں۔ ایک وقت تھا کہ اگر ہم گجروں نالہ کو پیدل پار کرنا چاہتے تو اس پر کم از کم پندرہ سے بیس منٹ لگتے تھے۔ اب ایک منٹ بھی نہیں لگتا ہے۔

معظم خان کا کہنا تھا کہ کراچی میں اس وقت انوا ہیں ہیں کہ کراچی میں اربن فلڈ کی صورتحال ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اربن فلڈ کی صورتحال ان بارشوں سے تو نہیں پیدا ہوئی۔ ماضی میں کراچی میں تین بڑے اربن فلڈ ہوئے ہیں۔ جو میں ایک 20 ویں صدی کے آغاز، دوسرا 1958 جس میں کراچی کا جنوبی حصہ ڈوب گیا تھا اور ایک 1978 جس میں بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہوئی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ مستقبل میں بھی بارشوں کی پیش گوئی ہے۔ اس دوران اگر کوئی اربن فلڈ کی صورتحال بنتی ہے تو ہمیں نقصان کا خدشہ ہے کیونکہ نکاسی آب کے تقریباً تمام ہی ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔

آبی مخلوق بھی متاثر معظم خان کا کہنا تھا دنیا بھر میں ساحلی شہروں میں بارشوں کے بڑے اچھے نتائج نکلتے ہیں۔ سمندر میں چھٹی اور چھینکا جیسے آبی مخلوق کی پیداوار بڑھتی ہے۔ مگر کراچی میں گزشتہ تین بارشوں کے دوران ہم



نے مشاہدہ کیا ہے کہ بارشوں کا پانی سمندر میں جانے سے بڑی تعداد میں مچھلیوں اور تھکلیوں سمیت دیگر آبی مخلوق کو نقصان پہنچا ہے کیونکہ اس میں گٹر ملا آلودہ پانی بہت بڑی مقدار میں سمندر میں گیا تھا۔

معظم خان کا کہنا تھا کہ جب نالوں پر تجاوزات قائم ہوں گی اور کوڑا کرکٹ پھینکا جائے گا تو پھر اس کا حال وہ ہی ہوگا جو اس وقت کراچی کا ہو رہا ہے۔ اب کراچی میں بارش معمول کی ہوں یا زائد جب نکاسی آب کے راستے ہی نہیں ہوں گے تو پھر کراچی کا یہی حال ہوگا جو اب ہو رہا ہے۔

گرین پاکستان کولیشن کے چیف ایگزیکٹو یاسر حسین کا کہنا تھا پانی کے قدرتی نکاسی آب کے ذرائع جو کہ ندی نالے ہو سکتے ہیں پر قانونی طور پر تعمیرات غیر قانونی ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ بد قسمتی سے کراچی کے تمام گٹر اور آلودہ پانی کا رخ سمندر کی طرف کر دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں قدرت کا انمول عطیہ تباہی کے قریب پہنچ رہا ہے۔ اب جب مون سون اور اس طرح کی بارشیں ہوتی ہیں تو ان کے ساتھ گٹر اور آلودہ پانی بارش کے پانی کے ساتھ مل کر سمندر میں تباہی مچاتا ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ ان بارشوں کے دوران جب ڈیم بھر چکا ہے۔ جس وجہ سے اب ہمارے پاس ایک سال کا پانی وافر مقدار میں موجود ہے۔ کراچی کے مضافاتی علاقوں جہاں پر ابھی بھی کھیتی باڑی ہوتی ہے اور باغات ہیں وہاں پر پیداوار اچھی ہوگی۔

اگر ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی تباہی کی تقدیر نہ لکھیں تو بارشیں نقصان نہیں پہنچاتی ہیں۔ سندھ حکومت کیا کہتی ہے؟

سندھ حکومت کے ترجمان مرتضیٰ وہاب ایڈووکیٹ کا کہنا تھا کہ بد قسمتی سے یہ بات درست ہے کہ کراچی کے نالوں کی بڑی اکثریت تجاوزات کی زد میں آچکی ہے۔ گجروں نالہ اب صرف دس فٹ بھی نہیں رہا لوگ اس کے کنارے پر گھر بنا کر بیٹھ گئے ہیں۔

جب ان لوگوں سے وہ جگہ خالی کروانے جاتے ہیں تو وہ احتجاج کرتے ہیں مگر جب وہ پانی کے مسائل کا شکار ہوتے ہیں تو پھر بھی احتجاج کرتے ہیں۔ اس طرح کے مسائل کا بہت سے مقامات پر شکار ہیں۔

مرتضیٰ وہاب ایڈووکیٹ کا کہنا تھا کہ کراچی کا اصل مسئلہ اونر شپ کا ہے۔ اس شہر میں کوئی اٹھارہ ادارے کام کرتے ہیں۔ کئی ادارے، کئی علاقوں اور بڑے رقبے پر موجود میونسپل ادارے سندھ حکومت کے دائرہ کار میں نہیں آتے۔ وہ جب نالوں وغیرہ پر تعمیرات کی اجازت دیتے ہیں، خود تعمیرات کرتے ہیں اور تجاوزات کو ختم کرنے میں



HRP



تعاون نہیں کرتے تو سندھ حکومت بے بس ہو جاتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کچرا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ حالیہ صورتحال کی بہت حد تک وجہ کچرا بھی ہے۔ مگر مجھے کوئی بتائے کہ جب ہم لوگ اپنے گھروں سے کچرا اٹھا کر باہر پھینک دیں گے اور کس طرح دنیا کی کوئی بھی حکومت اس کچرے کو ٹھکانے لگا سکتی ہے۔

مرقعی وہاب ایڈووکیٹ کا کہنا تھا کہ کرنٹ سے بلاکتوں پر بہت افسوس ہے۔ ہم تمام متاثرین کے ساتھ کھڑے ہیں۔ مجھے اطلاعات ملی ہیں کہ بجلی سے کرنٹ لگنے کے واقعات پر تحقیقات شروع کر دی گئی ہیں۔ ہمیں اس رپورٹ کا انتظار ہے۔ اس رپورٹ میں ذمہ داران کا تعین ہو جائے تو ہم متاثرین کو معاوضہ دلانے کے لیے ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔

بارش سے کراچی کا نظام درہم برہم: سوشل میڈیا پر ردعمل، آدھا شہر پانی میں، آدھا اندھیرے میں، تپتی دھوپ اور جسم پگھلا دینے والی گرمی کے دوران کراچی کے عوام کا بارش کی خواہش کرنا بھی ہر بار کی طرح انہیں مہنگا پڑ گیا۔

آبادی کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں جیسے کہ روز ہونے والی بارش نے ایک مرتبہ پھر شہری نظام درہم برہم کر دیا ہے اور شہریوں کے لیے زبردستی یہ ہے کہ محکمہ موسمیات نے ستمبر کو آئندہ 24 گھنٹوں میں مزید بارش کی پیش گوئی کر رکھی ہے۔

عمومی طور پر یہ رجحان دیکھا گیا ہے کہ بارش کے بعد سوشل میڈیا پر ایک مخصوص سونڈجی خوشبو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ موسم کی مناسبت سے بننے والے پکوان کی تصاویر شہر کی جاتی ہیں اور صارفین کے مزاج میں خوشگوار تبدیلی بھی ان کے پیغامات سے عیاں ہوتی ہے۔

لیکن اس کے برعکس کراچی میں بارش شروع ہوتے ہی شہریوں تو ابتدا میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں مگر جیسے جیسے بارش کے دورانیے میں اضافہ ہوتا ہے ویسے ویسے اس شہر سے تیرتی گاڑیوں کی تصاویر موصول ہونے لگتی ہیں اور گھروں میں داخل ہوتا پانی علاقہ کینوں پر آزمائش بن جاتا ہے۔

کراچی کے شہری بجلی کی عدم دستیابی پر انتظامیہ کو کوسٹے دکھائی دیتے ہیں۔

ٹوئسٹر پر مینا نامی ایک صارف نے لکھا کہ 'کراچی کے شہری ہونے کی نشانی یہی ہے کہ بارش آنے کے بعد خوشی کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی ہوتی ہے۔'

دیکھا جاسکتا ہے۔ اس تصویر کے ساتھ انہوں نے یہ لکھنا مناسب سمجھا کہ 'تاریخ خود کو دہرائی رہتی ہے۔'

ندیم فاروق نے بے شک اس بات کا ذکر کیا کہ تاریخ خود کو دہرائی رہتی ہے مگر ماجدہ ملک نامی صارف کے لیے گذشتہ روز کی بارش ان کے گھر پانی کے ساتھ کچھ اٹو کھالے آئی۔

ساحل سمندر سے ایک کلومیٹر کی دوری پر رہنے والی رہائشی ماجدہ نے اپنی ٹویٹ میں لکھا کہ میرے گھر تو مچھلیوں کی بارش ہوئی۔

ایک ویڈیو میں ماجدہ نے صارفین کو اپنے دلچسپ تبصرے سے آگاہ کیا کہ نہ صرف پبلک منزل پر کچھ مچھلیاں پڑی ہیں بلکہ کیرے کا لینز اپنے ہاتھ کی جانب کرتے ہوئے وہاں پڑی مچھلیوں کو بھی دکھایا۔ اس تاریخ ساز واقعے پر ماجدہ نے صارفین سے استفسار بھی کیا کہ آیا وہ رونا ہونے والے اس واقعے کو سمجھنے میں ان کی مدد کر سکتے ہیں؟

'آدھا شہر پانی میں، آدھا اندھیرے میں' ایسا نہیں ہے کہ صرف بارش کے بعد شہری نظام مفلوج ہونے کا ذکر سوشل میڈیا پر عام ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ انتظامیہ اور حکومت کو کوسٹے



تاریخ خود کو دہرائی رہتی ہے، موسم کے حوالے سے کراچی کا ذکر عالمی شہ سرخیوں میں بھی ہوتا رہا ہے۔ سنہ 2015 کی شدید گرمی میں ہیبت دیو کے باعث سینکڑوں شہری جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور ہزاروں بیمار ہوئے تھے۔

تاریخ دان اور مصنف ندیم فاروق پراچہ نے لوگوں کو یاد دلایا کہ یہ کیوں ہی ریت نہیں کہ شہر کا بیشتر حصہ زیر آب ہے۔

انہوں نے مقامی انگریزی اخبار ڈان کے سنہ 1955 کے ایڈیشن کا ایک صفحہ صارفین کے ساتھ ٹوئسٹر پر شیئر کیا جس میں شائع ایک تصویر میں مون سون کی بارش کے بعد پانی میں تیرتی ایک گاڑی کو

کی روایت بھی دہرائی جاتی ہے۔

کراچی کے شہری بجلی نہ ہونے کے عمل سے بخوبی واقف ہیں اور گا ہے بگا ہے سوشل میڈیا پر وہ اس حوالے سے شکایات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں بجلی فراہم کرنے والی نجی کمپنی کے ایکٹریک کے سربراہ مونس علوی نے 16 جولائی کو یہ تسلیم کیا تھا کہ اس میں شک نہیں کہ لوڈ شیڈنگ زیادہ ہو رہی ہے۔

ٹوئسٹر پر صارفین عوام سے معصومانہ سوالات پوچھتے دکھائی دیے، خاص کر کراچی سے باہر بسنے والے افراد کچھ زیادہ ہی فکرمند دکھائی دیے۔

نتاشہ جاوید نامی ایک صارف نے اپنی اضطرابی

کیفیت کے متعلق لکھا کہ 'بارش نہ ہونے اور بجلی نہ ہونے کی وجہ سے کراچی ہفتوں سے شکایت کرتا رہا۔'

'ایک دن کی بارش کے بعد، کراچی اب انفراسٹرکچر نہ ہونے پر رورہا ہے۔'

ایک اور بارش، 'انتظامیہ پر تنقید کا ایک اور موقع، پاکستان کی معروف اداکارہ مہوش حیات بھی کراچی شہر میں بارش سے پیدا ہونے والی تباہی سے خاصی مایوس نظر آئیں۔

انہوں نے اپنی ٹویٹ میں سندھ حکومت اور ڈی ایچ اے کیسٹ بورڈ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ 'کراچی شہر سب سے زیادہ آمدن والا شہر ہے اور یہ جو ہورہا ہے ہم اس سے کہیں بہتر کے مستحق ہیں۔'

اس ٹویٹ کے نیچے مہوش کے بہت سے مداح ان سے اتفاق کرتے دکھائی دیے اور طنزیہ انداز میں یہ کہتے بھی دکھائی دیے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کو کچھ مت کہو وہ صرف آخر 12 برس سے زیادہ ہی صوبے میں اقتدار میں رہی ہے۔ سندھ کی حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی اور وفاقی حکومت کی اتحادی جماعت متحدہ قومی موومنٹ پاکستان تنقید کے تاثر تو زحملوں کا نشانہ بن رہی ہیں۔

پاکستان تحریک انصاف کے حامی زیر آب کراچی کی تصاویر شیئر کرتے ہوئے صارفین کو چیئر مین پیپلز پارٹی بلاول بھٹو کا بارش سے متعلق بیان یاد دلاتے بھی نظر آئے۔

یاد رہے کہ گذشتہ سال ہونے والی بارشوں کے دوران حیدرآباد میں بلاول بھٹو زرداری نے بیان دیا تھا کہ 'ہمیں یہ چیز سمجھنا ہوگی کہ جب بارش آتی ہے تو پانی آتا ہے۔ جب زیادہ بارش آتی ہو تو زیادہ پانی آتا ہے۔' عا کشہ حلیم نامی ایک صارف نے طنزیہ انداز میں لکھا کہ 'مبارک ہو پاکستان، ایک دہائی کی طویل ترقی کے بعد پیپلز پارٹی کراچی میں دنیا کا سب سے بڑا واٹر پارک بنانے میں کامیاب رہی ہے۔'

پاکستان پیپلز پارٹی کے حامیوں کو یہ تنقید ایک پل نہ بھائی وہ نہ صرف یہ موقف پیش کرتے رہے کہ نکاسی کا نظام شہری حکومت کے پاس ہے بلکہ انہوں نے وفاقی حکومت کو بھی اس معاملے میں ذمہ دار ٹھہرایا۔

ابو نواف نامی صارف نے سیاسی الزام تراشی میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور اپنی حالت ذرا بیان کرتے ہوئے بس لکھ لکھ ڈالا: 'جب بنیادوں میں ٹیڑھ ہو تو پھر دیواروں کو کیا الزام دینا؟'



# روٹی نہیں تعلیم

بلوچستان کے عوام خیرات نہیں تعلیم اور روزگار چاہتے ہیں۔



## سید امجد حسین بخاری

خادم پاکستان اپنے لاؤ لنگر سمیت خیمہ بستہ میں اترے۔ ہونچو کی صدائیں تھیں، نعرہ بازی کی گونج تھی، یکسروں کی چمک اور ٹونٹس کی بھرمار۔ اس سارے شور شرابے اور ہنگامہ آرائی میں ایک کسکن بچہ آگے بڑھتا ہے۔ وزیر اعظم پاکستان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہے اور پر عزم انداز میں مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ حضور! مجھے اپنے گھر سے گھر کیلئے چھت نہیں، پیٹ کیلئے روٹی نہیں بلکہ اپنے لیے تعلیم چاہیے۔

40 سیکنڈ کی اس ویڈیو نے پوری بلوچستان کا 75 برس کا المیہ بیان کر دیا۔ وزیر اعظم سر جھکائے سن رہے تھے، جبکہ ساتھ ہی کھڑے وزیر اعلیٰ کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ یہ ویڈیو میں نے بار بار دیکھی، روک روک کر الفاظ پر غور کیا، اور میں ان چالیس سیکنڈز میں سارا درد سمجھ گیا۔

اس ویڈیو کو دیکھنے کے بعد میں نے بلوچستان کے محکمہ تعلیم سے رابطہ کیا اور ان سے اعداد و شمار لیے۔ محکمہ تعلیم کے ریکارڈ کے مطابق بلوچستان میں اس وقت 12 ہزار 218 پرائمری اسکول ہیں۔ ان میں لڑکوں کے 8 ہزار 394 اور لڑکیوں کے 3 ہزار 140 اسکول ہیں، جبکہ کو ایجوکیشن کے 684 اسکول ہیں۔ صوبے میں مڈل اسکولوں کی تعداد ایک ہزار 519 ہے۔ ان میں لڑکوں کے 872، لڑکیوں کے 645 اور 2 کو ایجوکیشن کے مڈل اسکول ہیں۔ اصولاً ہر تین پرائمری اسکول کے مقابلے میں ایک مڈل اسکول ہونا چاہیے، لیکن بلوچستان میں ایسا نہیں ہے۔

اعداد و شمار کے مطابق صوبے میں لڑکوں کے بائی اسکول کی تعداد 720 ہے۔ 403 ہائر سیکنڈری اسکولوں میں سے لڑکوں کے 69، لڑکیوں کے 50 ہیں۔ ڈگری کالج لڑکوں کے 30، لڑکیوں کے 17، انٹرمیڈیٹ کالج لڑکوں کے 56 اور لڑکیوں کے 32 ہیں۔

غیر سرکاری اور عالمی اداروں کی چشم کشا رپورٹس کے مطابق 15 فیصد اسکول بالکل بند پڑے ہیں۔ محکمہ تعلیم کی رپورٹس کے مطابق اس وقت صوبے میں 10 لاکھ 4 ہزار 242 بچے اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کا حال تو پرائمری، مڈل اور سیکنڈری سے بھی برا ہے۔ صوبے میں 7 سرکاری اور ایک نجی یونیورسٹی ہے جن میں صوبے کے 17 لاکھ نو جوانوں میں سے صرف 30 ہزار نو جوان یونیورسٹیز میں زیر تعلیم ہیں، جو کل نو جوانوں کے تین فیصد سے بھی کم ہے۔ اسکول کی حد تک محکمہ تعلیم کا ریکارڈ تو مضبوط ہے مگر حیران کن طور پر کئی اسکول ایسے ہیں جو محض ایک ہی کمرے پر مشتمل ہیں۔ اس معاملے میں اساتذہ کا تناسب بھی عالمی معیار تو درکنار پاکستان کے دیگر صوبوں سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ کئی مڈل اسکول تین سے چار استادوں پر ہی چل رہے ہیں اور غیر سرکاری تنظیم الف اعلان کے مطابق بلوچستان کے 58 فیصد سرکاری اسکولوں میں محض ایک استاد تعینات ہے۔ یہی نہیں بلکہ صوبے میں 10 ہزار کے قریب اساتذہ گھوسٹ ہیں جبکہ پورے بلوچستان میں اساتذہ کا شدید فقدان ہے۔

اس معصوم بچے نے درحقیقت ان 27 لاکھ بچوں کا

مقدمہ پیش کیا جن میں سے 19 لاکھ بچے اسکول نہیں جاتے۔ مختلف سروے رپورٹس کے مطابق بلوچستان کے اکثر اضلاع میں لڑکوں میں شرح خواندگی 28 اعشاریہ 66 فیصد ہے، یعنی تقریباً 72 فیصد لڑکے اسکول نہیں جاتے جبکہ 83 فیصد لڑکیاں تعلیم سے محروم ہیں۔

آئین پاکستان کی دفعہ 25 اے کے مطابق پانچ سے سولہ سال کے ہر پاکستانی بچے کو مفت تعلیم فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ایک لمبے لمبے خود کو اس بچے کی جگہ رکھ کر سوچو، جس کا گھر راجہ گیا ہے، جس کے سارے خواب مٹا لے پانی کے گرداب میں بھنسن کر رہ گئے ہیں۔ کیا ہمارے اندر اس بچے جتنا حوصلہ ہے؟ کیا وہ اعتماد ہم لا سکتے ہیں؟ آخر ہم سے کہاں غلطی ہوئی کہ اس بچے کو بھی اپنے صوبے کے حقیقی مسائل کا ادراک تھا مگر ہمارے حکمران 75 برسوں سے اس سے لاعلم تھے؟ آج وزیر اعظم پاکستان نے معصوم بچے کی مفت تعلیم کا بندوبست تو کر دیا مگر کیا وزیر اعظم اور ان کے ساتھ کھڑے وزیر اعلیٰ بلوچستان صوبے کے ان 19 لاکھ بچوں کا درد محسوس کریں گے؟ ان 10 ہزار گھوسٹ اساتذہ کی خبر لیں گے جو کراچی اور کوئٹہ میں ذاتی کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ صوبے کے بجٹ سے تنخواہ بھی لے رہے ہیں؟ کیا صرف ایک بچے کے سر پر ہاتھ کرنا ریاست اپنے فرض سے بری الذمہ ہو جائے گی؟ کیا 75 برس کے زخم 40 سیکنڈ کی ویڈیو سے بھر جائیں گے؟

نہیں حضور! یہ زخم ایسے مندمل ہونے والے نہیں ہیں۔ یہ 75 برس کی سسکیاں اور محرومیاں ایک

فضائی یا تراسے خاموش ہونے والی نہیں ہیں۔ یہ تاریکیاں آپ کی برق رفتاری سے مٹنے والی نہیں ہیں۔ ان دکھوں کا ازالہ سوشل میڈیا کمپین کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔

محترم خادم پاکستان! سنا ہے کہ خدمت آپ کی سرشت میں شامل ہے۔ آگے بڑھیے اور سوشل میڈیا کی ویڈیوز سے زیادہ بلوچستان کے باسیوں کو سننے لگائیں۔ ان کے درد محسوس کیجئے، ان کے زخموں پر محبت کی مرہم لگائیے۔ ان کے مایوس چہروں پر رونق لائیے۔ ان کے گھروں کو علم کے دیوں سے روشن کیجئے۔ ان کی دلیر تعلیم کے نور سے مزین کیجئے۔ تجھی ان کہساروں پر ستارے کھلیں گے، تجھی بلوچستان کے پہاڑوں سے فیض کے چشمے پھولیں گے، جن سے یہ پاک وطن سیراب ہوگا۔

حضور! صوبے کے معصوم بچے ہاتھوں میں قلم اٹھانا چاہتے ہیں، یہاں کے نو جوان ہنرمند بننا چاہتے ہیں۔ یہ میدان عمل میں آ کر پاکستان کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، مگر ہم نے انہیں کیا دیا؟ ہر تین برس بعد حکومت کی تبدیلی؟ سینیٹ میں نمائندگی اور اس نمائندگی کیلئے کرڈوں کی بولی؟ قومی اسمبلی کی نشستوں پر جوڑ توڑ؟ عالی مرتبت! بلوچستان میں حقیقی تبدیلی سیاسی شطرنج کی بساط بچھانے میں نہیں بلکہ تعلیم و تحقیق کی کہکشاں بکھیرنے میں ہے۔ جو بھی یہاں علم کی کرنیں بکھیرے گا یہ غیور بلوچ اسے اپنے سر پر بٹھائیں گے۔



وزیر اعلیٰ پنجاب کے انتخاب کے معاملے پر حکومتی اتحادی جماعتوں کے قائدین کا نفل کورٹ بیج کا مطالبہ آئین، جمہوریت اور عدالت کی بقاء کے لیے تھا کہ سپریم کورٹ کے بیج بیٹھ کر یہ اہم کیس سنیں، کیونکہ اس کا تعلق پارلیمان سے ہے، سپریم کورٹ پارلیمنٹ کے دائرہ کار کے حوالے سے بار بار فیصلے کر رہی ہے۔ جب آپ ایک ادارے کے بارے میں فیصلے دے رہے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کا بھی پورا ادارہ بیٹھنا چاہیے اور یہ فیصلہ سنانا چاہیے، اگر نفل کورٹ سماعت کرتی تو پورا پاکستان آپ کے فیصلے کو مانتا

ہونی چاہیے، یہ کھلا تضاد ہے۔ ایک سربراہ کی ہدایت پر 20 اراکین کو نااہل کر دیا جاتا ہے اور دوسرے سربراہ کی ہدایت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ان بیج صاحبان کے فیصلے بکھرنے ہیں، ہم نہیں چاہتے لوگ سپریم کورٹ پر انگلیاں اٹھائیں، عمران خان سیاسی شکست کھانے پر عدلیہ کو استعمال کرتے ہیں، عمران خان عدلیہ کے ذریعے اپنا سیاسی ایجنڈہ آگے بڑھاتے ہیں، ہم سپریم کورٹ کو آزاد ادارہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

تمام جماعتوں کی جانب سے نفل بیج کی تشکیل کا مطالبہ کیا گیا۔ درخواست مسترد کیے جانے پر عدالتی کارروائی کا بیج نکالا گیا۔ اس سے نفل حکمران اتحاد اور پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ (پی ڈی ایم) کے قائدین کا مشاورتی اجلاس ہوا۔ وزیر اعظم

شہباز شریف، امیر جمعیت علماء اسلام (ف) مولانا فضل الرحمان، پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئر مین بلاول بھٹو زرداری کے علاوہ اجلاس میں متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم)، پاکستان مسلم لیگ



(ق)، عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) کے قائدین، بلوچستان عوامی پارٹی (بی اے پی)، بلوچستان نیشنل پارٹی (بی این پی) مسلم لیگ ن کی نائب صدر مریم نواز اور پارٹی کے دیگر قائدین بھی اجلاس میں شریک ہوئے۔ ایک متفقہ مطالبہ کیا گیا کہ پنجاب کی وزارت اعلیٰ

صادق و امین کا شوقیٹ ملا ہوا ہے۔ کہ پی کے بی آرٹی پر بھی اسے آرڈر ملا ہوا ہے۔ عمران خان کو بنی گالا کی غیر قانونی تعمیرات پر بھی اجازت دی گئی۔ ملک سے اب لاڈلہ ازم کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ قانون و انصاف کے تقاضے سب کے لیے یکساں ہونے چاہئیں۔ پاکستان میں عمران خان کے لیے

الگ قانون ہے اور باقی لوگوں کے لیے الگ قانون ہے۔ عمران خان خود کو قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں۔

سپریم کورٹ کا فیصلہ افسوس ناک ہے۔ وہی فیصلہ آیا جس کا اعلان پہلے سے پی ٹی آئی والے کر رہے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ عدالت فیصلے ضمیر کے مطابق نہیں، قانون اور انصاف کے مطابق کرتی ہے۔

پارلیمنٹ کی بالادستی اور اختیارات پر شب خون مارا جا رہا ہے اور پارٹی صدر کی ہدایت سے انحراف ڈسپلن کی سنگین خلاف ورزی ہوتی ہے۔ عمران بحیثیت پارٹی سربراہ ہدایت دے سکتا ہے، لیکن



چوہدری شجاعت نہیں۔ نمائندہ بیج آر: سپریم کورٹ اس ملک کی اعلیٰ عدلیہ ہے جب حکومت ہی اس کے فیصلوں کا احترام نہیں کرے گی تو اس سے ملک پر برے اثرات مرتب نہیں ہوں گے؟

اس سوال کے جواب میں پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی کا کہنا تھا کہ عدالتی فیصلوں کا احترام اپنی جگہ، پارلیمنٹ اور سیاست دانوں کا احترام بھی کسی سے کم نہیں، مسلم لیگ (ق) کے ارکان نے پارٹی ڈائریکشن کے خلاف ووٹ ڈالا، پارلیمانی پارٹی کا مینڈیٹ نہیں ہوتا، مینڈیٹ قیادت کا ہوتا ہے، عمران خان جھوٹ کو اتنی بار دہراتے ہیں کہ وہ سچ لگنے لگتا ہے، عدالت کے فیصلے کی بنیاد پر مسلم لیگ (ق) کے ووٹ مسترد ہوئے۔

مسلم لیگ (ق) کے صدر نے کہا ہے کہ ہم عمران خان کے امیدوار کو ووٹ نہیں دیں گے، اس حوالے سے انہوں نے (ق) لیگ کے اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب کو خط لکھا اور کہا کہ اس حوالے سے گزشتہ روز سپریم کورٹ لاہور رجسٹری میں کیس دائر کیا گیا ہے کیونکہ مسلم لیگ (ق) کے سربراہ کے خط کی روشنی میں ڈپٹی اسپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب

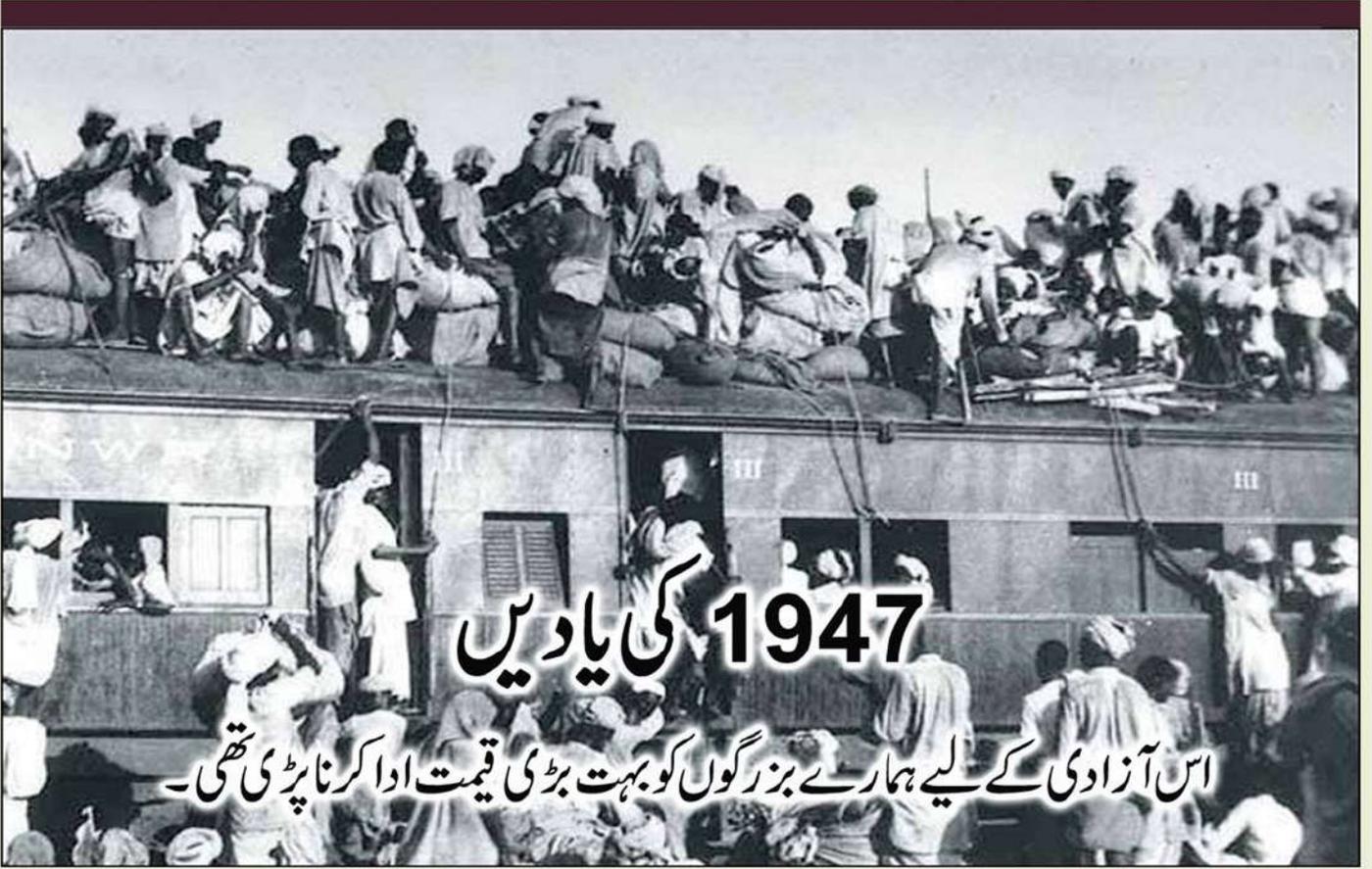
نے (ق) لیگ کے ووٹ وزیر اعلیٰ کے انتخاب میں شامل نہیں کئے تھے، قبل ازیں پوری قوم نے سنا تھا کہ متحدہ اپوزیشن کے پنجاب میں وزارت اعلیٰ کے امیدوار پرویز الہی ہوں گے، اس کا اعلان بھی ہوا تھا لیکن بعد میں پرویز الہی عمران خان سے کیسے ملے؟ راتوں رات کیا ہو گیا؟ جس پر شجاعت حسین نے کہا تھا کہ یہ غلط فیصلہ ہے، ہم اصولی طور پر جس جگہ پر کھڑے تھے، وہیں کھڑے ہیں۔

مختلف جماعتیں انتخابات میں اپنے امیدوار نامزد کرتی ہیں، ہر جماعت کا نشان، رہنما اور منشور ہوتا ہے اور جماعت پورے ملک میں مہم چلاتی ہے جس کے بعد اس کے امیدوار ووٹ حاصل کر کے اگر

جیتتے ہیں تو پارٹی کے امیدوار اراکین اسمبلی بن جاتے ہیں، اراکین کے منتخب ہونے کے بعد پارلیمانی پارٹی تشکیل پاتی ہے جب اسمبلی وجود میں آتی ہے اور حلف ہو جاتے ہیں، اصول یہ ہے کہ جس جماعت کو عوام نے جو مینڈیٹ دیا ہے اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، مینڈیٹ تو سیاسی جماعت کو ملتا ہے، نہ کہ پارلیمانی پارٹی کو۔

فارن فنڈنگ کیس کے مسئلہ کا بھی عدالت کو نوٹس لینا چاہیے یا خاص طور پر ایکشن کمیشن نوٹس لے، اب اس کیس کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔

مہنگائی کے حوالے سے ڈاکٹر شاہدہ رحمانی کا کہنا تھا کہ اگر عمران خان کی حکومت جاری رہتی تو ملک کا نقصان ہوتا، ہمارے طویل الزامات میں سے ایک الزام مہنگائی کا تھا، عمران خان آئی ایم ایف کے ساتھ معاہدہ کر کے گئے جس کے نتیجے میں پاکستان کو مشکلات کا سامنا ہے، ان کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلاشبہ عالمی طور پر بھی مہنگائی بڑھی ہے اور پاکستان میں بھی مہنگائی میں اضافہ ہوا ہے، دنیا کی باقی کرنسیوں کے مقابلہ میں بھی ڈالر بڑھا ہے، صرف پاکستانی روپے کے مقابلہ میں ہی نہیں بڑھا، بہر حال ہمیں پاکستان کے عوام کو جواب دینا ہے،



# 1947 کی یادیں

اس آزادی کے لیے ہمارے بزرگوں کو بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی تھی۔

تھے جو محلے کے دیگر بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ یہ کہہ کر ایک بڑی حویلی میں اکٹھا کیا گیا کہ انہیں پاکستان بھیجا جائے گا۔ رات کے وقت مسلمان مردوں کو حویلی کے ایک حصے میں جبکہ خواتین کو

ہجرت کر کے پاکستان آنے والا شاید ہی کوئی خاندان ایسا ہوگا جس کا کوئی فرد راستے میں شہید نہ کر دیا گیا ہو۔

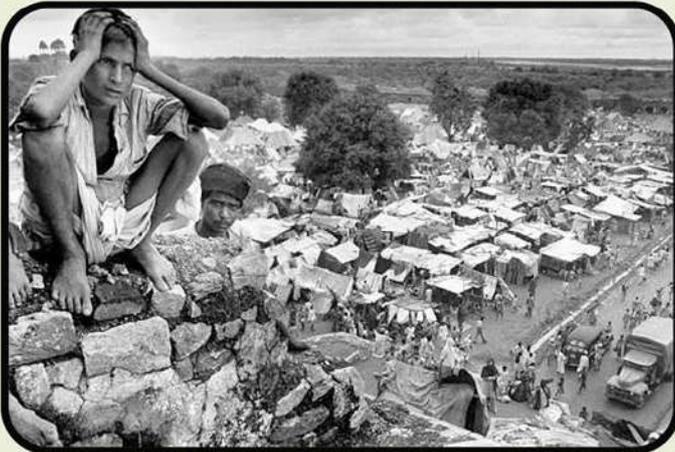
1947 کی کہانی سناتے ہوئے لاہور کے سرحدی علاقہ نروڑ کے رہائشی بزرگ شیر محمد آبدیدہ ہو گئے تھے۔ ایکسپریس نیوز کے ساتھ قیام پاکستان کی یادیں شیئر کرتے ہوئے شیر محمد کا کہنا تھا ان کے علاقے سے مسلم لیگ کے امیدوار مولانا جان محمد کامیاب ہوئے تھے، لیکن جب علاقوں کی تقسیم ہوئی تو ان کا ضلع گڑگاواں ہندوستان میں شامل ہو گیا۔

شیر محمد کے مطابق وہ اس وقت دس، گیارہ برس کے

آصف محمود

1947 میں تقسیم کا اعلان ہونے سے پہلے ہی جب ریفرنڈم ہوا تو ہمارا علاقہ میاؤلی ضلع گڑگاواں انڈیا میں شامل ہو گیا تھا اور ہمیں معلوم تھا کہ اب ہمیں ہجرت کرنا پڑے گی۔

سکھوں اور ہندوؤں کے جتنے مسلمانوں کے محلوں اور آبادیوں پر حملے کرتے، خواتین کی عزتیں لوٹی گئیں، جسم کے نازک حصے کاٹ دیے جاتے، سیکڑوں خواتین نے اپنی عزت بچانے کیلئے کنوؤں میں کود کر زندگی کا خاتمہ کر لیا تھا۔ سیکڑوں میل کا سفر طے کر کے پاکستان پہنچنے تو یہاں سیپھے کی وبا سے بچوں سمیت کئی افراد کی موت ہو گئی۔ انڈیا سے



دوسرے حصے میں رکھا گیا۔ آدھی رات کو ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کر دیا۔ خواتین کی آبروریزی کی کوشش کی گئی۔ درجنوں خواتین عزت بچانے کیلئے حویلی کے بڑے کنوئیں میں کود گئیں اور اپنی جانیں قربان کر دیں۔

شیر محمد کہتے ہیں ان کے گاؤں سے تین قافلے پاکستان کیلئے روانہ ہوئے تھے۔ پہلا قافلہ 17 اگست اور دوسرا 21 اگست کو روانہ ہوا۔

مطلب کیا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ مسلمانوں نے مسلمانوں کی اقلیتی آبادیوں اور محلوں پر حملے کرنا شروع کر دیے تھے۔ وہ لوگ جتنوں کی شکل میں حملے کرتے تھے۔ مسلمان عورتوں کی آبروریزی کی جاتی، نوجوان لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتے۔ ملٹری والے بھی ہندوؤں کے جتنوں کی حمایت کرتے تھے۔ ان کے گاؤں کے قریب ایک گاؤں میں تمام مسلمانوں کو



لاہور میں داخل ہوئے تھے ان کے ساتھ زیادہ ظلم و ستم ہوا۔ امرتسر کے قریب مسلمان مہاجرین سے بھری تین ٹرینوں کو کاٹ دیا گیا تھا۔ ہندوستان سے پاکستان آنے والا ریلوے ٹریک یہاں قریب سے ہی گزرتا ہے۔ کئے پھنے انسانوں کو لے کر جب یہ ٹرین اناری سے واہگہ کے علاقے میں داخل ہوئیں تو یہاں کھرام مچ گیا۔ پھر ردعمل کے طور پر یہاں گجرات، سیالکوٹ، جہلم، لاہور، شیخوپورہ سے جو سکھوں اور ہندوؤں کے قافلے اٹھیا جارہے تھے مسلمانوں نے ان کو نقصان پہنچایا۔ دونوں طرف خون کی ہولی کھیلی گئی تھی۔

روشن دین کہتے ہیں اس آزادی کی ہمیں بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی تھی۔ آج بھی جب وہ منظر آنکھوں کے سامنے آتے ہیں تو روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ ہم اپنی نئی نسل کو یہ کہانیاں سناتے ہیں تاکہ انہیں احساس ہو سکے کہ یہ ملک کتنی قربانیوں سے حاصل ہوا اور ہمیں اس کی تعمیر و ترقی اور خوشحالی کیلئے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔



وہ خود بھی 1984 میں ایک بار واپس وہاں گئے تھے۔ نروڈ گاؤں واہگہ سرحد کے قریب ہے۔ قیام پاکستان سے قبل نروڈ سمیت بارڈر ایریا کے زیادہ تر دیہات میں سکھ اور ہندو آباد تھے، آج بھی سکھوں اور ہندوؤں کی پرانی حویلیوں، گوردواروں اور عبادت گاہوں کے آثار یہاں موجود ہیں۔ بھارت سے اکثر اوقات سکھ فیملیاں اپنا آبائی گاؤں اور گھر دیکھنے یہاں آتی ہیں۔ نروڈ گاؤں کے ہی رہائشی ایک اور بزرگ روشن دین نے بتایا ان کے والد کے چار بھائی تھے۔ ان کا خاندان بیل گاڑی پر اور پیدل ہجرت کر کے یہاں پہنچا تھا۔ ان کے چاچا سمیت خاندان کے کئی افراد راستے میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے والد جیسے ہی پاکستان کی سرزمین پر پہنچے ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ جو لوگ واہگہ بارڈر کے راستے امرتسر اور دہلی سے

بچوں اور بزرگوں کو ٹرین میں بٹھا دیا گیا تھا، وہ بھی ٹرین میں ہی سوار ہوئے تھے، باقی لوگ بیل گاڑیوں پر تھے۔ راستے میں بھٹنڈہ ریلوے اسٹیشن پر سکھوں اور ہندوؤں نے ٹرین پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن انگریز افسر نے فوج کی مدد سے یہ کوشش ناکام بنا دی تھی۔ وہ لوگ ٹرین سے فاضلکا بنگلا پہنچے، پھر وہاں سے ملتان اور قصور پہنچے۔ قصور میں ہیضہ کی وبا پھیلنے سے ان کے بچوں سمیت کئی افراد کی موت ہو گئی تھی۔ قصور کے بعد لاہور میں کئی ہفتوں تک کیمپوں میں قیام کرنا پڑا، جہاں انہیں راشن ملتا تھا۔ مقامی لوگ بھی مدد کرتے تھے اور بالآخر ان کے بزرگوں کو لاہور کے سرحدی علاقے نروڈ، ساہنکے، واہگہ، بھانویچک، تھے پورہ، کھڑک، چندیر کے علاقوں میں جگہ الاٹ ہوئیں۔ شیر محمد نے بتایا ان کے خاندان اور گاؤں کے کئی لوگ کچھ عرصہ یہاں رہے لیکن پھر سندھ کے بارڈر کے راستے واپس اٹھیا چلے گئے۔ آج بھی ہندوستان کے اس گاؤں میں جہاں سے وہ لوگ ہجرت کر کے آئے تھے ان کے خاندان آباد ہیں۔



## بلوچستان میں بارشیں

تین ڈیم ٹوٹ گئے، قلعہ عبداللہ میں 22 افراد سیلابی ریلے میں بہہ گئے

’بارشوں اور سیلاب سے پہلے تباہی کے ایسے مناظر نہیں دیکھے، مون سون میں پاکستان بھر میں ہلاکتیں اور تباہی: ہم نے اپنے ہاتھوں خود تباہی کی بنیاد رکھی

پہلے سے بھرے ڈیم ٹوٹ گئے۔ ڈائریکٹر جنرل پی ڈی ایم اے نصیر احمد ناصر بھی قلعہ عبداللہ پہنچ گئے جہاں انھوں نے ریسکیو اور ریلیف کی کوششوں کا جائزہ لیا۔ سوشل میڈیا پبلسٹیٹی کی گئی ویڈیو میں ریسکیو کی کوشش کرتی اس ٹریکٹر ٹرالی کو سیلابی ریلے میں اٹلنے دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سیلاب کی اطلاع ملنے ہی پی ڈی ایم اے کے تمام وسائل کو استعمال کیا گیا جن میں ہیوی مشینری بھی شامل تھی۔

انھوں نے بتایا کہ اب تک دو افراد کی لاشیں نکالی جا چکی ہیں۔ قدرتی آفات سے نمٹنے کے ادارے کے ڈائریکٹر فیصل نسیم پانیزئی نے بتایا سیلابی پانی کی وجہ سے متعدد دیہات زیر آب آ گئے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ پی ڈی ایم اے کی ٹیمیں اور انتظامیہ کے اہلکار لوگوں کو ریسکیو کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ رات گئے تک ان میں سے متعدد افراد کو ریسکیو کر لیا گیا تھا۔

پی ڈی ایم اے کے ڈائریکٹر ریلیف عطا اللہ میٹگل نے بتایا کہ میوزی اڈے کے قریب دوسو سے زائد افراد سیلابی ریلوں میں پھنس گئے تھے۔

ان کا کہنا ان میں 25 بچوں سمیت 70 کے قریب افراد کو ریسکیو کر لیا گیا۔ انھوں نے بتایا کہ پھنسے ہوئے باقی افراد ایک پہاڑی پر ہیں جن کو ریسکیو

لوگ ان سے باتیں کرنے کے علاوہ ان کو ہدایات بھی دے رہے ہیں لیکن اس دوران پانی کے تیز بہاؤ کے باعث ٹرالی الٹ جاتی ہے اور اس کے بعد اس میں سوار لوگ نظر نہیں آتے ہیں۔ ٹرالی کے اٹلنے کے ساتھ ہی ان کو بچانے والے لوگوں کی چھین نکل جاتی ہیں اور ان میں سے ایک شخص روتا ہوا ہوتا ہے کہ ٹریکٹر پر 15 افراد سوار تھے جو کہ سب بہہ گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے بچنے کے لیے



دعاؤں کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ قلعہ عبداللہ میں بے تحاشا بارش کے باعث صورتحال خراب ہوئی۔ ڈپٹی کمشنر نے بتایا کہ قلعہ عبداللہ میں بے تحاشا بارش ہوئی جس کے باعث

ٹرالی کی پانی میں اٹلنے کے باعث بہہ گئے۔ ڈپٹی کمشنر نے بتایا کہ بہہ جانے والے ان افراد میں سے پانچ کو بچالیا گیا ہے جبکہ باقی افراد کی تلاش کا سلسلہ جاری ہے۔ ٹریکٹر ٹرالی کے پانی میں ڈوبنے کی ایک ویڈیو بھی منظر عام پر آ گئی ہے۔ ویڈیو میں ٹریکٹر بہتے ہوئے تیز سیلابی ریلے میں پھنسا ہوا ہے اور اس کے ٹرالی میں لوگ سوار تھے۔ رات ہونے کے باعث ان کے پاس جو

موبائل فونز تھے انھوں نے ان کے لائٹ بھی جلا لیا ہوا تھا اور قریب میں کچھ فاصلے پر ان کو بچانے کے لیے لوگ موجود ہیں لیکن وہ ویڈیو میں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ان کو بچانے کی کوشش کرنے والے

بلوچستان کے افغانستان سے متصل قلعہ عبداللہ میں 22 افراد سیلابی ریلے میں بہہ گئے جن میں سے اب تک دو کی لاشیں نکالی جا چکی ہیں جبکہ باقی کی تلاش جاری ہے۔

ڈپٹی کمشنر قلعہ عبداللہ منیر احمد کا کڑ کا کہنا ہے جتنے کو علاقے میں نہ صرف بے تحاشا بارش ہوئی بلکہ بارش کے باعث پہلے سے پانی سے بھرے ہوئے دو تین ڈیم ٹوٹ گئے جس کے باعث صورتحال خراب ہو گئی ہے۔ قدرتی آفات سے نمٹنے کے ادارے پی ڈی ایم اے کے حکام کا کہنا ہے کہ قلعہ عبداللہ میں سیلابی ریلوں کے باعث مجموعی طور پر 200 سے زائد افراد پھنس گئے تھے جن میں سے 25 بچوں سمیت 70 کے قریب افراد کو ریسکیو کر لیا گیا ہے۔

حکام کے مطابق سیلابی ریلے میں بہہ جانے والے افراد میں سے 15 ایک ٹریکٹر کی ٹرالی پر سوار تھے جو کہ جان بچانے کی کوشش کے دوران پانی میں بہہ گئے۔ ٹریکٹر قلعہ عبداللہ کے کس علاقے میں پھنس گیا تھا؟

ڈپٹی کمشنر قلعہ عبداللہ منیر احمد کا کڑ نے فون پر بتایا کہ ٹریکٹر پانیزئی سیدان کے علاقے میں پھنس گیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ وہاں جو یعنی شاہدین تھے ان کے مطابق ٹریکٹر کی ٹرالی پر 15 افراد سوار تھے جو کہ



کرنے کے لیے کوششیں جاری ہیں۔  
'طوفانی بارشوں کا نیا سلسلہ شروع ہونے کے بعد ہم حالات کے رحم و کرم پر ہیں۔ سیلاب کے باعث گھروں کے گرنے کے بعد ہمیں جو خیمے فراہم کیے گئے تھے وہ طوفانی بارشوں سے اکٹڑ گئے۔'  
بلوچستان کے علاقے گریٹھ میں گوارا سمت سے تعلق رکھنے والی بی بی ریحانہ نے بتایا کہ 28 جولائی کو سیلاب کی مذر ہو گئے۔ انھوں نے بتایا کہ بے گھر ہونے کے بعد طوفانی بارشوں کے نئے سلسلے نے ان کی مشکلات میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا ہے۔ اس علاقے کے ایک اور رہائشی نذیر احمد نے بتایا کہ ان کا گاؤں گواد اور سوراب کے درمیان سی پیک روٹ پر بننے ایک پل کی وجہ سے سیلابی ریلے کی زد میں آ گیا لیکن سرکاری حکام نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ غیر معمولی بارشوں سے پورے بلوچستان میں بڑے پیمانے پر نقصانات ہوئے۔

دوسری جانب ضلع لسبیلہ میں بھیلی کا پٹر حادثے اور اس میں فوجی افسروں کی ہلاکت کے واقعے کے بعد سے بھیلی کا پٹروں کے ذریعے ریلیف کی فراہمی کا سلسلہ بند ہے تاہم حکام کے مطابق اس کی وجہ رابطہ سڑکوں کی بحالی ہے۔  
لوگ کس قسم کی مشکلات سے دوچار ہیں؟  
گوارا سمت گریٹھ کا حصہ ہے اور یہ علاقہ بلوچستان کے ضلع خضدار میں واقع ہے۔ ضلع خضدار کے بعض دیگر علاقوں کی طرح گریٹھ کے بعض علاقوں میں بھی طوفانی بارشوں اور سیلابی ریلوں سے لوگ بے گھر ہوئے ہیں۔ گریٹھ میں گوارا سمت کے گاؤں کا شمار ان علاقوں میں ہوتا ہے جس کے مکینوں کے مطابق پورے گاؤں میں کوئی گھر سلامت نہیں رہا۔

گوارا سمت سے نذیر احمد نے فون پر بتایا کہ ان کے گاؤں میں 250 سے زائد گھر تھے جن میں سے زیادہ تر منہدم ہو گئے یا وہ اتنے زیادہ متاثر ہو گئے ہیں کہ ان میں کوئی بھی گھر اب رہنے کے قابل نہیں ہے۔  
اسی گاؤں سے تعلق رکھنے والی بی بی ریحانہ نے بتایا کہ گھروں کے تباہ ہونے کے بعد وہ کھلے آسمان تلے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ نہ صرف گھر گر گئے ہیں بلکہ کھانے پینے کی اشیاء، برتن، کپڑوں سمیت ہر چیز

برباد ہو گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ گھروں کے گرنے کے بعد سرکاری حکام نے لوگوں کو ایک ایک یاد دہانی کے لیے لیکن گذشتہ دو تین روز سے طوفانی بارشوں کا جو نیا سلسلہ شروع ہوا تو ہوانے ان کو اکٹھا کر رکھ دیا اور خود ان خیموں کو سنبھالنا ان کے لیے مشکل ہو گیا۔  
علاقہ مکینوں کا کیا کہنا ہے؟  
نذیر احمد نے بتایا کہ ان کا گاؤں براہ راست سیلابی ریلے کی زد میں نہیں آیا بلکہ اس کے قریب سے گزرنے والے برساتی نالے میں سیلابی ریلے سے سیلابی ریلے سے اس رقبہ سے پیک روٹ پر بننے پل کے نیچے سے اس رقبہ سے گزرنے سے اس رقبہ سے وہ آ رہا تھا جس کی وجہ سے پانی واپس ہو گیا اور پورا گاؤں اور فصلیں اس کے باعث زیر آب آ گئے۔  
انھوں نے بتایا کہ چونکہ گاؤں کے سارے گھر کچے

سے بڑی وجہ روڈ پر بننے پل کو قرار دیا لیکن کمشنر قلات ڈویژن داؤد گلجی نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا۔

ان کا کہنا تھا کہ کسی جگہ کسی پل کی پیمائش اور خصوصیات میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے لیکن بلوچستان میں مجموعی طور جو تباہی آئی ہے اس کی وجہ معمول سے کئی گنا زیادہ بارشیں ہیں۔

انھوں نے کہا کہ اس وقت معمول سے 450 فیصد سے زائد بارشیں ہوئی ہیں جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر نقصانات ہوئے اور ایسے علاقے بھی متاثر ہوئے جہاں کوئی پل وغیرہ تھا ہی نہیں۔

انھوں نے بتایا کہ خضدار اور کراچی کے درمیان آر سی ڈی شاہراہ پر بہت بڑے پل تھے وہ بھی پانی میں بہہ گئے اور ان کے ٹونوں کو کنکریٹ نظر نہیں آئے کہ وہ کہاں گئے۔

بھیلی کا پٹروں سے امدادی سامان کی فراہمی کیوں بند ہے؟

لسبیلہ اور بھیلی کا پٹروں کے دو ایسے اضلاع ہیں جہاں بعض علاقوں کے زمینی رابطے منقطع ہوئے۔ ان علاقوں میں فوری طور پر بھیلی کا پٹر کے بغیر ریسکیو اور ریلیف کی کارروائی ممکن نہیں تھی جس کی وجہ سے یہاں بھیلی کا پٹر کا استعمال کیا گیا تاہم جب ضلع لسبیلہ کے علاقے ساکران میں فوجی بھیلی کا پٹر کو حادثہ پیش آیا تو اس کے بعد سے ان علاقوں میں بھیلی کا پٹروں کے ذریعے ریلیف کی فراہمی کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔

اس حادثے میں کور کمانڈر کونسل ایٹھنٹ جنرل سرفراز علی سمیت پانچ دیگر فوجی افسران اور اہلکار ہلاک ہوئے تھے۔

امدادی کاموں میں مصروف بعض غیر سرکاری تنظیموں کا کہنا ہے کہ لاکھڑ اور کنراج سمیت بعض دیگر علاقوں میں لوگوں کو ریلیف کی فراہمی کے لیے بھیلی کا پٹروں کی اب بھی ضرورت ہے تاہم سرکاری

تھے اس لیے پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے زیادہ تر مکمل طور پر منہدم ہو گئے اور جو بچ گئے وہ اب کسی طرح بھی رہنے کے قابل نہیں ہیں۔

نذیر احمد کے مطابق اس پل پر کام چند ماہ پہلے شروع کیا گیا تھا اور گاؤں کے لوگوں نے پل سے پانی کے بہاؤ کے راستوں کو چھوٹا رکھنے پر اعتراض کیا تھا اور متعلقہ حکام کو اس سے بھی آگاہ کیا گیا تھا۔

ان کے بقول اعتراض کے باوجود پل سے پانی کے بہاؤ کے راستوں کو بڑا نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے سینکڑوں لوگ بے گھر ہو گئے اور وہ اب دن کے وقت شدید گرمی سے ایک مشکل سے دوچار ہیں لیکن جب طوفانی بارش ہوتی ہے تو وہ ایک اذیت ناک صورت سے دوچار ہوتے ہیں۔

انھوں نے بتایا کہ حکام کی جانب سے کم تعداد میں خیمے تو فراہم کیے گئے لیکن ان سے ان کی مشکلات میں کوئی کمی نہیں آئی کیونکہ یہ ہر فیملی کی تعداد کے



لحاظ سے بہت کم ہیں بلکہ طوفانی بارش میں ان کو سنبھالنا خود ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔

نذیر نے کہا کہ انہیں تا حال مناسب مقدار میں اشیاء خورد و نوش بھی فراہم نہیں کی گئی ہیں۔ اگرچہ نذیر احمد نے اپنے گاؤں کی تباہی کی سب





حکام کا کہنا ہے کہ رابطہ سڑکوں کی بحالی کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہی۔ بلوچستان حکومت کی ترجمان فرح عظیم شاہ کا کہنا ہے کہ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے امدادی سامان کی فراہمی کو حادثے کی وجہ سے بند نہیں کیا گیا بلکہ اس کی وجہ سڑکوں کا بحال ہو جانا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ رابطہ سڑکوں کی بحالی کے بعد چونکہ ریلیف کی فراہمی بڑے پیمانے پر ممکن ہو گئی ہے تو اس کے بعد رابطہ سڑکوں کے ذریعے لوگوں کو امداد کی فراہمی کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ بلوچستان میں طوفانی بارشوں کا سلسلہ جون کی وسط میں شروع ہوا تھا۔

پی ڈی ایم اے کے مطابق 10 اگست تک بارشوں اور سیلاب سے مجموعی طور پر 176 افراد ہلاک ہوئے۔ بارشوں سے 18 ہزار 87 گھروں کو نقصان پہنچا ہے جبکہ سرکاری املاک کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچنے کے علاوہ دو لاکھ سے زائد ایکڑ اراضی پر کڑی فصلوں کو نقصان پہنچا ہے۔ مختلف علاقوں میں لوگ جہاں امدادی اشیاء سے مطمئن نہیں ہیں سبیلہ اور آواران کے سیلاب سے متاثرہ علاقوں سے پیٹ کی بیماریوں کے علاوہ ملیریا اور جلدی امراض کی شکایات بھی سامنے آ رہی ہیں۔

تاہم کمشنر قلات ڈویژن راؤ ڈولہ نے بتایا کہ شاید بعض علاقوں سے پیٹ یا جلدی امراض کے اکا دکا کیسز رپورٹ ہوتے ہوں گے لیکن کسی علاقے میں ان بیماریوں نے وہاں کی شکل اختیار نہیں کی۔ انھوں نے کہا کہ سبیلہ اور دیگر متاثرہ علاقوں میں میڈیکل ٹیمیں موجود ہیں اور وہ لوگوں کو ریلیف فراہم کر رہی ہیں۔

نوٹسکی سے تعلق رکھنے والے سینیٹر صحافی شاہ نظر بادینی نے بتایا کہ انھوں نے نوٹسکی شہر میں بارشوں اور سیلاب سے تباہی کے ایسے مناظر نہیں دیکھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ویسے تو طوفانی بارشوں سے پورا ضلع متاثر ہوا لیکن جہاں تک گھروں کو پہنچنے والے نقصان کی بات ہے، اس حوالے سے نوٹسکی شہر کے گرد و نواح کے علاقوں میں گھروں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا اور وہ رہنے کے قابل نہیں رہے ہیں۔ شاہ نظر نے بتایا کہ جن علاقوں میں گھروں کو زیادہ نقصان پہنچا ان میں قاضی آباد، قادر آباد، کلی مینگل، کلی سردار بادینی، کلی شریف خان، کلی فقیران اور کلی غریب آباد کے علاوہ نوٹسکی شہر سے دس بارہ کلو میٹر کے فاصلے پر کلی بو اور احمد وال کے علاقے شامل ہیں۔

نوٹسکی کا شمار بلوچستان کے ان علاقوں میں ہوتا ہے جہاں گرمیوں کے موسم میں دن کے وقت گرمی کی شدت زیادہ ہوتی ہے۔

گھر بارش کے قابل نہ رہنے کے باعث بخت بی بی اور تاج محمد سمیت نوٹسکی کے لوگ شدید گرمی میں پریشان کن صورتحال سے دوچار ہیں۔ تباہ شدہ گھر کی زمین پر کچھ کھری اشیاء کے پاس بیٹھی بخت بی بی نے بتایا کہ 'سیلابی پانی ان کے لیے قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھا۔۔۔ میں اور میرے بچے پانی میں بہنے لگے لیکن ہمسایوں نے ہمیں بچا لیا۔'

ان کا کہنا تھا کہ ان کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں میں سے ایک بیروں سے معذور جبکہ ایک دامائی توازن ٹھیک نہیں اور باقی دو بیٹے چھوٹے ہیں۔

انھوں نے بتایا کہ 'میرے شوہر پہلے ہی فوت ہو گئے تھے جبکہ معذور بیٹا شادی شدہ ہے جس کے چار بچے ہیں۔ وہ درزی ہے لیکن اسے کبھی روزگار ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا۔'

ان کا کہنا تھا کہ ان کے گھر میں تین کمرے اور ایک چھوٹی سی تھی جو سب سیلابی پانی میں منہدم ہو گئے اور گھر کے برتن اور بستر بھی پانی بہا لے گیا۔ بخت بی بی نے بتایا کہ پہلی رات انھوں نے مسجد میں گزار دی جس کے بعد اب اپنے تباہ شدہ گھر کے پلاٹ پر آگئے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ 'پہلے روز ہمیں کھانے پینے کی کچھ اشیاء دی گئیں مگر اس کے بعد سرکار کی جانب سے کچھ نہیں ملا بلکہ دیگر لوگوں نے کھانے پینے کے لیے امداد کی ہے۔'

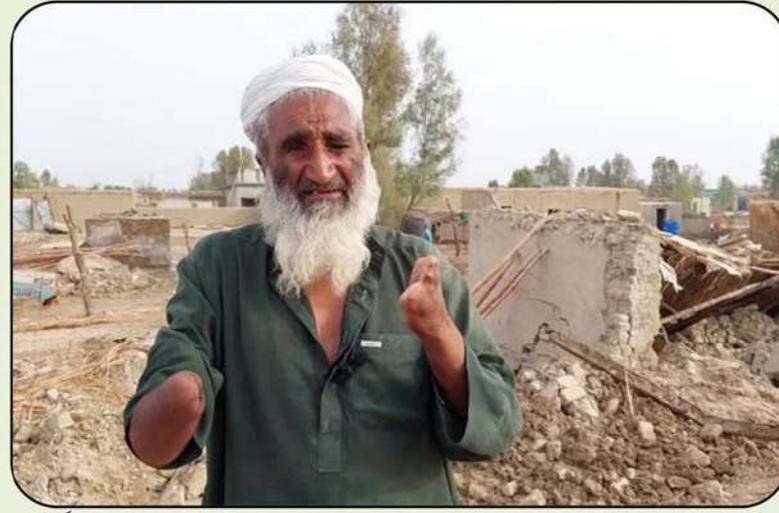
کوئی خیمہ ملا ہے اور نہ کھانے پینے کی اشیاء اور وہ پریشان ہیں کہ بچوں کو کہاں سے کھلائیں کیونکہ سیلاب ان کا سب کچھ بہا کر لے گیا ہے۔ سیلاب کے باعث ان کے آس پڑوں کے گھر بھی ان کی مدد کے قابل نہیں رہے ہیں۔ سبیلہ میں لوگوں کی مشکلات دوسرے علاقوں میں کہیں زیادہ ہیں کیونکہ ضلع میں 75 رابطہ سڑکیں بحال نہ ہونے کی وجہ سے کئی علاقوں میں لوگ ایک ہفتے سے زائد کے عرصے سے سیلابی پانی میں پھنسے ہوئے ہیں۔

نوٹسکی اور سبیلہ کی طرح سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں زیادہ تر لوگ حکومت کی جانب سے فراہم کردہ ریلیف سے مطمئن نہیں۔

تاہم سرکاری حکام کا کہنا ہے کہ سیلاب متاثرین کی مدد کے لیے تمام وسائل کو بردے کار لایا جا رہا ہے اور اب تک ہزاروں خاندانوں کو خیمے اور راشن فراہم کیے گئے ہیں۔

'بارشوں اور سیلاب سے پہلے تباہی کے ایسے مناظر نہیں دیکھے'

دیگر علاقوں کی طرح نوٹسکی میں بھی بارشیں ہوتی رہی ہیں لیکن 28 جولائی کی شام کو ہونے والی طوفانی بارش نے جو تباہی مچائی، علاقہ مکینوں اور



بخت بی بی نے بتایا کہ شوہر کی موت کے بعد سات بچوں کو پالنا، ان کے لیے کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن اب سیلاب نے حجت کو بھی سر سے چھین لیا ہے۔

دونوں ہاتھوں اور آنکھوں سے معذور تاج محمد کہتے ہیں کہ 'لوگوں کے عطیات اور امداد سے بچوں کے لیے جو گھر مشکل سے بنایا تھا، اب وہ بھی نہیں رہا۔' بخت بی بی اور تاج محمد نے بتایا کہ تین دن گزرنے کے باوجود ابھی تک انھیں حکومت کی جانب سے

مقامی صحافیوں کے مطابق اس کی مثال نوٹسکی شہر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ طوفانی بارش کے ساتھ شہر کے شمال کی جانب قادر آباد کے علاقے میں حفاظتی ڈیم میں شکاف نے تباہی کی شدت میں اضافہ کیا جس سے گھروں کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا۔

نوٹسکی میں متاثرہ علاقوں میں بعض گھروں کے مایا میٹ ہونے سے متعلق جو ویڈیوز اور تصاویر وائرل ہو رہی ہیں، انھیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے پہلے وہاں گھر نہیں بلکہ برساتی نالے تھے۔

تین لڑکیوں کی ہلاکت کے واقعے کے بارے میں بتایا کہ یہ آپس میں بہنیں تھیں جن میں سے ایک سیلابی پانی میں ڈوب گئی تو اس کے بعد دونوں بہنیں اسے بچانے کے لیے پانی میں کود گئیں اور وہ بھی ہلاک ہوئیں۔



ان کا کہنا تھا کہ اسی طرح ضلع مستونگ میں دو خواتین سیلابی ریلے میں بہ گئی تھیں۔ ان میں سے جب ایک پانی میں گر گئی تھی تو اسے بچانے کی کوشش کے دوران دوسری خاتون بھی پانی میں بہ کر ہلاک ہو گئی۔

بلوچستان کے مجموعی 34 اضلاع میں سے 26 اضلاع طوفانی بارشوں اور سیلابی ریلوں سے متاثر ہوئے ہیں۔

پی ڈی ایم اے کے ڈائریکٹر ریلیف عطا اللہ مینگل نے بتایا کہ ان میں بعض اضلاع جزوی طور پر متاثر ہوئے ہیں جبکہ بعض بہت زیادہ متاثر ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ جو اضلاع زیادہ متاثر ہوئے ان میں لسبیلہ، جھل مگسی، کچھی، نوشکی، منجورو، قلات، کوئٹہ، پشین اور قلعہ سیف اللہ شامل ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ ان اضلاع میں سیلاب سے متاثرہ خاندانوں میں سے 14 ہزار کو خیمے اور راشن کے علاوہ مزید 23 ہزار خاندانوں کو راشن فراہم کیا گیا ہے۔

ان کا مزید کہنا تھا کہ متاثرہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں نے مزید 21 ہزار خیموں اور 27 ہزار راشن کا مطالبہ کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ سیلاب سے متاثرہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

وزیر اعلیٰ بلوچستان میر عبدالقدوس بزنجو نے لسبیلہ کے دورے کے موقع پر کہا کہ نہ صرف متاثرین کو ہر ممکن ریلیف فراہم کیا جائے گا بلکہ ان کے نقصانات کا ازالہ بھی کیا جائے گا۔

اعلیٰ سطحی اجلاس بھی ہوا۔

ایک سرکاری اعلامیہ کے مطابق اجلاس کو بتایا گیا کہ ضلع میں کوئٹہ کراچی مین ہائی وے سے اب تک 75 ایسی رابطہ سڑکیں ہیں جن سے تاحال زمینی رابطہ منقطع ہے۔

آنے کے باعث ہزاروں لوگ بچھڑ گئے جن میں اوڑکی سے تعلق رکھنے والے خیر محمد بلوچ بھی شامل تھے جو اپنے خاندان کے سوا افراد کے ہمراہ پھنس گئے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ انھیں نکالنے کے لیے کوئی نہیں آیا بلکہ جب پانی کم ہو کر تین فٹ تک رہ گیا تو ان کے خاندان کے مرد حضرات نے ہمت کر کے اپنی مدد آپ کے تحت تیسرے روز بچوں اور خواتین کو ایک محفوظ مقام پر پہنچایا۔ خیر محمد بلوچ کا مزید کہنا تھا کہ پانچویں روز اس محفوظ مقام پر سرکار کے لوگوں نے تھوڑا بہت راشن پہنچایا تھا جو کہ ان کے خاندان اور ان کے ساتھ آنے والے دیگر لوگوں کے لیے بالکل ناکافی تھا۔

انھوں نے بتایا کہ وہ اور ان کے خاندان کے لوگ تو محفوظ مقام تک نکلنے میں کامیاب ہوئے مگر اب بھی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد بچھڑی ہوئی ہے۔ لسبیلہ کے دیگر علاقوں کے متاثرین بھی میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کے دوران امدادی ایشیا کی فراہمی کی اپیلیں کرتے نظر آئے۔ لسبیلہ سے تعلق رکھنے والے سینئر صحافی پیر بخش گلہتی نے بتایا کہ لسبیلہ میں لوگوں کی مشکلات ابھی تک بہت

دونوں ہاتھوں اور آنکھوں سے معذور تاج محمد کہتے ہیں کہ لوگوں کے عطیات اور امداد سے جو گھر مشکل سے بنایا تھا، اب وہ بھی نہیں رہا

دونوں ہاتھوں اور آنکھوں سے معذور تاج محمد بھی اپنے گھر کے بلے پر موجود تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے لوگوں کے عطیات سے جو گھر بنایا تھا وہ سیلابی پانی کی نذر ہو گیا۔

انھوں نے بتایا کہ میرے بچے بھوکے بیٹھے ہیں۔ ہمارے پاس سرکار کا کوئی آدمی نہیں آیا۔ ڈر ہے کہ میں میرے بچے بھوکے سے نہ مر جائیں۔ آنکھیں بند کر کے گاڑی سیلابی ریلے میں لے گیا، انسانی زندگیوں کا سوال تھا

قادر آباد کی طرح نوشکی کے دیگر علاقوں میں بھی متاثرین یہ شکایت کر رہے ہیں کہ انھیں امدادی ایشیا نہیں ملیں جس کے خلاف سپریم کورٹ نوشکی شہر اور احمدوال میں لوگوں نے احتجاج بھی کیا۔

تاہم ڈپٹی کمشنر نوشکی نعیم کچھی کا کہنا ہے کہ جب 28 جولائی کو طوفانی بارش نے تباہی مچادی تو انتظامیہ کی جانب سے ریسکیو کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔

ان کا کہنا تھا کہ بارش اور سیلاب سے کافی تعداد میں گھروں کو نقصان پہنچا ہے اور متاثرین کو خوراک



زیادہ ہیں کیونکہ 24 جولائی سے متعدد علاقوں کا زمینی رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ لاکھڑا اور کسراج ایسے علاقے ہیں جہاں لوگ گذشتہ سات روز سے پھنسے ہوئے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ جن علاقوں کا زمینی رابطہ منقطع ہو گیا ہے وہاں ہمیلی کاپڑوں کے ذریعے لوگوں کو راشن فراہم کیا جا رہا ہے لیکن ان کے پاس پکانے کے لیے کوئی انتظام نہیں کیونکہ دیگر ایشیا کی طرح برتن بھی سیلاب میں بہ گئے ہیں۔ چیف سیکریٹری بلوچستان عبدالعزیز عقیلی نے اتوار کے روز ضلع لسبیلہ کا دورہ کیا اور وہاں ان کی صدارت میں ایک

کی فراہمی کے علاوہ خیمے بھی فراہم کیے جا رہے ہیں جبکہ بٹو کے علاقے میں ایک خیمہ بستی بھی قائم کی گئی ہے۔

ڈپٹی کمشنر کا کہنا تھا کہ قدرتی آفات کو رد کرنا ناممکن ہے تاہم حکومت اور انتظامیہ لوگوں کو ریلیف کی فراہمی کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔

اگرچہ بلوچستان کے اکثر اضلاع میں سیلاب نے تباہی مچائی ہے تاہم لسبیلہ اور جھل مگسی ایسے دو اضلاع ہیں جہاں بہت سارے علاقے مکمل طور پر زیر آب آگئے ہیں۔

24 جولائی کو ضلع لسبیلہ کے متعدد علاقے زیر آب



# بجلی کی بدترین لوڈ شیڈنگ اور عوام

## کے الیکٹرک کا ادارہ لوگوں کو ذہنی مریض بنا رہا ہے؟

### عوام کے لیے بجلی کے ٹیرف میں اضافے کی خبریں کسی عذاب سے کم نہیں

مجبور کر دیا ہے۔ کراچی کی زیادہ تر آبادی ایک، دو کمرے کے مکانوں میں رہتی ہے۔ جہاں بنیادی ضروریات پہلے ہی ناپید ہیں۔ ایسے میں لوڈ شیڈنگ رہی سہی کسر بھی نکال دیتی ہے۔ چھوٹے اور بند گھروں میں گرمیوں کے دوران جس کا عالم ہوتا ہے، جہاں کوئی انسان دو منٹ بھی بیٹھنے کے قابل نہیں رہتا۔

کل جب میں سردرد کی شکایت لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا تو وہاں پر کافی رش دیکھنے میں آیا۔ ڈاکٹر صاحب سے اچھی خاصی سلام دعا ہے تو اس کی وجہ بھی پوچھ لی کہ اتنا رش کیوں بڑھ رہا ہے۔ جس پر ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ اللہ بھلا کرے کے الیکٹرک کا۔ اور مسکرانے لگے۔ میں نے تجس سے ان کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر کہنے لگے کہ یہ سب ڈپریشن کے شکار ہو چکے ہیں۔ یہاں تک کہ کراچی کی آدھی سے زیادہ آبادی اس وقت ڈپریشن میں مبتلا ہے۔ اور اس کے پیچھے کے الیکٹرک کا ہاتھ ہے۔ لوڈ شیڈنگ کے باعث کوئی بھی شخص گرمی میں سو نہیں پاتا۔ نیند پوری نہیں ہوتی تو داغ کام نہیں کرے گا، دل بھی مٹتی رہے گا۔ اس حالت میں بندہ دو دن تو گزارہ کر سکتا ہے مگر مستقل اگر یہ حالت ہو تو پھر یہ ڈپریشن ہے بڑھ کر انسان کو خودکشی کی طرف لے جاتی ہے۔ لوڈ شیڈنگ کے وجہ سے لوگوں کی نیند پوری نہیں ہو رہی، جس کی وجہ سے ان میں

دنیا کا سب سے کامیاب اور شاندار نظام کہتا ہے۔ کے الیکٹرک کے مطابق وہ تعلیم، صحت اور دیگر سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ لیکن جب اس سلسلے میں کراچی کے مختلف لوگوں سے معلوم کیا گیا تو کہیں بھی کے الیکٹرک کے تعاون



سے ایک اسکول بھی دستیاب نہ ہو سکا۔ صحت اور دیگر سرگرمیوں کا بھی یہی حال ہے۔ کے الیکٹرک کو اگر وطن دشمن کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ کیوں کہ کے الیکٹرک اپنے نظام کو بہتر کرنے کے بجائے کراچی کے لوگوں کو ذہنی مریض بنانے پر تلا ہوا ہے۔ معیشت کا پہلے ہی جنازہ نکال دیا ہے، اب مزدور طبقے کو اسپتالوں کے چکر لگوانے پر بھی

اٹھایا اس دن سے لوڈ شیڈنگ بدستور جاری ہے، جب کہ اس ضمن میں کے الیکٹرک نے حکومت وقت سے کئی ایسے معاہدے کیے تھے جن کے مطابق وہ بجلی کی فراہمی کو بہتر، لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ اور نئے پلانٹس کی تکمیل کا فریضہ بھی نبھائے گا۔

تاہم یہاں ایسا کچھ نہیں ہوا، بلکہ اس کا الٹ کر دیا۔ بجلی کی فراہمی مزید بدتر کر دی، لوڈ شیڈنگ میں اضافہ کر دیا اور کسی بھی پلانٹ پر ایک پیسہ تک انویسٹ نہیں کیا گیا۔ نظام کی حالت یہ ہے کہ ہلکی بوند باندی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تھوڑی گرمی بڑھ جائے تو فیڈرز ٹرپ ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ نظام کے الیکٹرک کا اپنا بنایا ہوا ہے جسے وہ

منیر انجم/محمد عارف مبین

وفاقی وزیر خرم دنگیر نے گزشتہ دنوں کہا کہ پورے ملک سے لوڈ شیڈنگ ختم کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کیم مٹی سے پورا ملک لوڈ شیڈنگ فری ہو چکا ہے۔ وفاقی وزیر کے بیان کے مطابق اگر دیکھا جائے تو کراچی والوں کو آج شدت سے یہ احساس ہو رہا ہے کہ واقعی کراچی پاکستان کا حصہ نہیں، ورنہ یہ بات ایک وفاقی وزیر کیسی نہ کہتے۔ کراچی معاشی ہب ہے لیکن اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔ پانی، بجلی اور گیس بنیادی ضروریات ہیں، تاہم کراچی آج اس بنیادی ضروریات سے نیکس محروم ہو چکا ہے۔ کے الیکٹرک جیسے ادارے کو کراچی پر مسلط کر کے معاشی ہب کا پہلے ہی بیڑہ غرق کر دیا گیا۔ اب واٹر بورڈ رہی سہی کسر پوری کرنے پر تلا ہوا ہے۔

کراچی کی آدھی سے زیادہ آبادی آج بھی بدترین لوڈ شیڈنگ سے متاثر ہے۔ یہاں رہنے والے کراچی کی ترقی میں اپنا بوشال کر رہے ہیں اور بدلے میں انہیں آرام تک میسر نہیں۔ غریب کی زندگی پہلے ہی عذاب ہوتی ہے، کے الیکٹرک اور واٹر بورڈ نے انہیں دہرے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

کے الیکٹرک نے جس دن سے بجلی کی تقسیم کا ذمہ

چڑھا، جھنجھلاہٹ اور غصے کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں، جو بعد میں مریض کے اندر کئی بیماریاں پیدا کرتی ہیں۔ میرے کلینک میں مریضوں کا رش اس لیے بھی زیادہ ہے کہ یہاں تقریباً لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ انہیں بیماری کیا ہے؟ بس بخار، سر درد، دل کا متلی ہونا، ناکوں میں درد، جسم میں درد کا کہتے ہیں۔ لیکن یہ ہمیں معلوم ہے کہ انہیں کیا بیماری ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میرا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے تو وہ سکرانے اور کہا کہ آپ بھی ان میں شامل ہیں۔ میں اپنی دوا لے کر گھر آ گیا، جہاں تو قح کے مطابق بجلی موجود نہیں تھی۔

میرا تعلق جس علاقے سے ہے وہ پارلوم انڈسٹری ایریا ہے اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی اذیت جو میں اس وقت اپنے ارد گرد کے لوگوں کے چہروں پر دیکھ رہا ہوں تو اکثریت تو شدید گرمی میں لوڈ شیڈنگ کی اذیت سے رو دینے کو ہیں۔ ان سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ 12 گھنٹے کی شفٹ میں 6 گھنٹے بجلی بند ہونے کی صورت میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ جہاں پہلے دن کے 800 روپے بنتے تھے اب کم ہو 400 روپے رہ گئے ہیں۔ اب اتنے پیسوں میں گھر کے اخراجات کو کیسے پورا کریں۔ گھر جاتے ہیں گرمی سے نڈھال بننے کوئی نہ کوئی دکھ سنا دیتے ہیں۔ پھر سولر پیلٹ اور کوکر کی فرمائش بھی کر دیتے ہیں، اب ان کو کیا پتا کہ کام کی کیا صورتحال ہے۔ مالک سے کچھ ایڈوائس مانگو تو مالک آگے سے بجلی کے بلوں کا رونا رو دیتا ہے۔ ایک آدمی نے تو یہ تک کہہ دیا کہ مہنگائی اور لوڈ شیڈنگ کے جو حالات ہیں اگر موت حرام نہ ہوتی تو وہ خودکشی کر لیتا۔

ملک اس وقت بجلی کی بدترین لوڈ شیڈنگ کا شکار ہے اور عوام کے لیے بجلی کے ٹریف میں اضافے کی خبریں کسی مذاب سے کم نہیں۔ مہنگائی اور حکمرانوں کی ستانی ہوئی عوام کو سکون کے لیے اگر پکھلے کی ہوا بھی میسر نہ ہو تو آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ معاملات کتنے سنگین ہو چکے ہیں۔ ذرائع کہتے ہیں کہ بعض مقامات پر تو لوڈ شیڈنگ کا دورانیہ بیس گھنٹوں سے بھی زیادہ ہو چکا ہے اور مشعل عوام سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔

ملک کے بیشتر علاقے گرمی کی لپیٹ میں ہونے کے سبب وہاں بجلی کی بندش نے لوگوں کی زندگی اذیت ناک بنا دی ہے۔ تپتی دھوپ میں دن بھر مزدوری کرنے والوں کی زندگی بہت کٹھن ہوتی ہے۔ ایسے میں کئی لوگ تو سخت گرمی کی وجہ سے بے

ہوش یہاں تک کہ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ شہری علاقوں میں چھ سے آٹھ گھنٹے اور دیہی علاقوں میں بارہ سے بیس گھنٹے بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ جس سے

ممکن نہیں ہوگا جب یہ معاہدے ختم ہو جائے تو پورے اخلاص کے ساتھ شخصی توانائی کی طرف جانا چاہئے۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ ملک میں ایک مضبوط مافیا ہے جو فٹنل پاور کو فروغ دینا چاہتا ہے

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ملک میں اس وقت بجلی کی مجموعی پیداوار تقریباً ۱۱۰۰ گھنٹے ہزار پانچ سو میگا واٹ ہے۔ جب کے طلب کے لحاظ سے ملک کو دو سے تین ہزار میگا واٹ کی کمی کا سامنا ہے۔ جس کی وجہ ایندھن کی کمی، پاور پلانٹس میں تکنیکی خرابیاں اور سابقہ حکومت کی جانب سے ان کی دیکھ بھال نہ کرنا، موجودہ بحران کی وجہ بنی ہے

کاروبار بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ لوگ نیند بھی پوری نہیں کر پا رہے اور ڈپریشن کا شکار ہو رہے ہیں۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ملک میں اس وقت بجلی کی مجموعی پیداوار تقریباً ۱۱۰۰ گھنٹے ہزار پانچ سو میگا واٹ ہے۔ جب کے طلب کے لحاظ سے ملک کو دو سے تین ہزار میگا واٹ کی کمی کا سامنا ہے۔ جس کی وجہ ایندھن کی کمی، پاور پلانٹس میں تکنیکی خرابیاں اور سابقہ حکومت کی جانب سے ان کی دیکھ بھال نہ کرنا، موجودہ بحران کی وجہ بنی ہے۔ بلکہ حالات اس نکتے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ سابقہ حکومت نے جان بوجھ کر اس بحران کو پیدا کرنے کے لیے بروقت ایندھن نہیں خریدا کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ ہماری حکومت اب جاری ہے اور آئندہ حکومت کے لئے مسائل کو کھڑا کرنا آسان

جس سے پاور سیکٹر کے مالی اور فنی بحرانوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر طرف سے مسائل میں الجھی ہوئی یہ حکومت بظاہر تو بجلی کے معاملے میں متحرک دکھائی دے رہی ہے مگر موسم اور حالات بھی ان کا ساتھ نہیں دے رہے۔ اوپر سے آئی ایم ایف کی شرائط کو مان کا بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کر کے عوام کی رہی سہی بہتری کو بھی ایتری میں بدل دیا ہے۔ اگر حکومت نے عوام کو ریلیف دینا ہے تو ان اقدامات پر عمل کرنا ہوگا۔ توانائی کے نئے منصوبوں کے ساتھ ساتھ بجلی کی چوری کو روکنے، الا ان لاسز میں کمی، واجبات کی بروقت وصولی بجلی کی بچت جیسے اقدامات کو یقینی بنا کر بجلی کی بندش کا دورانیہ کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کو اس جانب بھی توجہ مبذول کرنا ہوگی۔ ہمارے ہاں عام طور پر سرکار کے واجبات کی ادائیگی کو بجا تصور کیا جاتا ہے۔

ملک کے بیشتر علاقے گرمی کی لپیٹ میں ہونے کے سبب وہاں بجلی کی بندش نے لوگوں کی زندگی اذیت ناک بنا دی ہے۔ تپتی دھوپ میں دن بھر مزدوری کرنے والوں کی زندگی بہت کٹھن ہوتی ہے۔ ایسے میں کئی لوگ تو سخت گرمی کی وجہ سے بے ہوش یہاں تک کہ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ شہری علاقوں میں چھ سے آٹھ گھنٹے اور دیہی علاقوں میں بارہ سے بیس گھنٹے بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے

یہی وجہ ہے کہ آج تک ٹیکس کی ادائیگی کا رجحان تقویت نہیں پکڑ سکا۔ خاص طور پر کاروباری طبقہ کروڑوں روپے کا کما کر بھی چند ہزار یا لاکھ روپے ٹیکس ادا کرنے سے گریزاں رہتا ہے۔ بجلی کے بلوں کی ادائیگی کے معاملے میں بھی بہت سے ادارے اور افراد یہی چلن اپناتے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے وزارت بجلی اور متعلقہ اداروں کے لئے بجلی کی مسلسل فراہمی ممکن نہیں ہوتی۔ بیشتر حکومتی اداروں کے ذمے کئی برس کا بل واجب الادا ہے۔ بجلی کی فراہمی میں ایک اور بڑی رکاوٹ ٹرانسمیشن

ہے۔ ورنہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا وہ کونسا جن تھا جو پچھلے تین سال سے قید میں تھا اور اب باہر آ گیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ہمارے حکمران جان بوجھ کر ملک کو پستی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ ان سب کو اپنی کرسی کی فکر ہے ملک جائے بھاڑ میں، لوگ مرتے ہیں تو مریں، کاروبار تباہ ہوتے ہیں تو ہوں ان کو کوئی فکر نہیں۔

ماہرین کا یہ کہنا ہے کہ حکومت اگر سولر انرجی کی طرف توجہ دے تو اس مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے تاہم فوری طور پر طویل المدت معاہدوں کی وجہ سے یہ

نظام کا برسوں پرانا ہونا بھی ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ وزارت اور ادارے مستقبل کی ضروریات کے حوالے سے منصوبہ بندی کرتے۔ مگر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ جب تک پانی سر سے نہ گزرے تب تک ادارے حرکت میں نہیں آتے۔ اسی طرح بجلی چوری کا معاملہ بھی بجلی کی بندش کی ایک اور اہم وجہ ہے۔ اور پورے ملک میں یہ رجحان تقویت پکڑ چکا ہے۔ وزارت بجلی کے مطابق سندھ اور خیبر پختونخوا کے بعض فیڈرز سے ادائیگی کی شرح فقط دس فیصد ہے۔ یعنی نوے فیصد کے قریب لوگ تو یا تو بل ادا ہی نہیں کرتے یا بجلی چوری میں ملوث ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں اگر حکومتی ادارے بجلی چوری کی روک تھام میں ناکام ہیں تو اسے متعلقہ ادارے کی ناکامی ہی کہا جاسکتا ہے۔

وزارت بجلی و ایڈوائزمنٹ کو مفت فراہم کیے جانے والے بجلی کے یونٹ کے خاتمے والا معاملہ بھی زیر التواء کا شکار ہے۔ نقطہ نظر یہ ہے کہ مفت یونٹ ملنے پر یہ ملازمین ٹیکس کے ذریعہ انجام دینے جانے والے لکھریلو امور کی انجام دہی بھی بجلی کے ذریعے کرتے ہیں جس سے بجلی ضائع ہوتی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ بجلی کے نئے منصوبوں کے علاوہ ان مسائل کی طرف بھی توجہ دے اس سے بھی شائبہ خالی ہو کہ کسی حد تک کیا جاسکتا ہے۔ ایسے میں کچھ خاص طبقے کے لوگوں کو بھی چاہیے کہ اس مشکل وقت میں حکومت کا ساتھ دیں اور بجلی کی جس قدر ہونچے بچت کریں۔ اور ایگزیکٹو مشن کا استعمال کم سے کم کریں تاکہ عام لوگوں کو بجلی کی فراہمی یقینی بنائی جاسکے۔

آخر میں پاکستان کی حکومت اور متعلقہ ادارے سے گزارش ہے کہ بجلی کی بدترین لوڈ شیڈنگ سے عوام کو نجات دی جائے۔ اقتدار میں آنے سے قبل تو آپ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں مگر ایوان حکومت سنبھالنے کے بعد آپ کے مزاج ہی بدل جاتے ہیں۔ عوام کا تو یہ حال ہے کہ جن لوگوں کا کاروبار بجلی کی سہولت سے چلتا ہے ان کے کاروبار بالکل بند ہو چکے ہیں۔ اور کمر توڑ مہنگائی کے دور میں کاروبار بند ہونے کی وجہ سے گھریلو مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اگر ایسے میں ان معاملات کو سنجیدگی سے نہ لیا گیا تو عوام اس بار بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے سڑکوں پر آجائے گی۔ اور اس سے جو نقصانات ہوں گے ان کا اندازہ آپ کو ہم سے بہتر طور واضح ہے۔